امام احمد رضا اور مدینہ منورہ

از قلم:

محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام احمد رضا اور مدینہ منورہ

از قلم:

محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی

ناشر:

مکتبۂ طیبہ ۱۲۶ کامبیکر اسٹریٹ ممبئی ۳

گنبد خضرا کی گھنیری چھاؤں

کے

نام

تقریظ جلیل

از: حضرت علامہ محمد عبدالمبین نعمانی قادری مصباحی
(المجمع الاسلامی، اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی)

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم واله واصحابه اجمعین

زیرنظر کتاب ''امام احمد رضا اور مدینہ منورہ'' عزیزم مولانا محمد توفیق احسنؔ برکاتی مصباحی (استاد الجامعۃ الغوثیہ، مرکزی ادارہ سنی دعوت اسلامی، ممبئی) کی قلمی مساعی کا ایک حسین نمونہ ہے، بڑے اچھوتے عنوان پر قلم اٹھایا ہے اور خوب لکھا ہے ؎

جان و دل، ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضاؔ! سارا تو سامان گیا

جیسا پاکیزہ شعر جس شاعر کے قلم سے نکلا ہے، یقیناً اس کا مدینے سے بڑا گہرا تعلق ہوگا، اس پوری کتاب میں اسی شعر کی عکاسی ملاحظہ کی جاسکتی ہے، امام احمد رضا کو تو مدینے سے عشق تھا، مدینے کے ذرے ذرے سے عشق تھا، مدینے والے آقا کی نسل پاک سے عشق تھا، وہ فرماتے ہیں ؎

تیری نسل پاک میں ہے بچہ، بچہ نور کا
تو ہے عین نور، تیرا سب گھرانا نور کا

تو کیوں نہ ہو کہ اس عاشق مدینہ کے مدینے سے رشتے و تعلق خاطر کو اجاگر کیا جائے، اس عاشق صادق کی ایک ایک ادا کو آشکار کیا جائے، تاکہ اس کے صدقے میں فیضان مدینہ عام ہو۔ مولانا توفیق احسنؔ برکاتی نے یہی کوشش کی ہے کہ عاشق مدینہ امام احمد رضا کے ان آثار و معارف کو صفحات قرطاس پر بکھیر دیں اور اہل دل ان سے محظوظ ہوں اور مشام ایمان کو معطر و منور کریں، بڑی پاکیزہ کوشش ہے اور بڑی اچھی آرزو ہے یہ۔

مولانا احسن برکاتی نوجوان ہیں اور آپ کا قلم بھی رواں ہے، چند ہی سال میں آپ کی کئی کتابیں منظر عام پر آکر اہل علم وادب سے خراج تحسین وصل کر چکی ہیں اور آپ کی یہ مسلسل قلمی پیش رفت دوسرے ان برادران علم کے لیے مہمیز کا کام بھی کر رہی ہے، جو صاحب علم اور ذی استعداد ہوتے ہوئے بھی جمود کا شکار ہیں اور قلمی میدان میں کچھ کرنے سے کتراتے ہیں، یا تو کم حوصلگی کی وجہ سے یا پھر کاہلی وسستی کے سبب؟ بالخصوص مصباحی حضرات جو مہاراشٹر کی سرزمین پر اپنی زندگی کے شب وروز گزار رہے ہیں، وہ ضرور توجہ دیں اور برکاتی صاحب سے سبق لیں۔

میں نے زیر نظر کتاب ''امام احمد رضا اور مدینہ منورہ'' کو سرسری دیکھا اور متاثر ہوا، ماشاء اللہ قلم بڑا رواں دواں اور سلیس ہے، اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو بہت جلد مولانا ایک اچھے قلم کار کی حیثیت سے اہل علم میں شمار کیے جانے لگیں گے۔

میں اہل ثروت حضرات اور سنی تنظیموں سے گزارش کروں گا کہ مصنف کی حوصلہ افزائی کریں اور ان سے وقت کے تقاضوں کے مطابق کتابیں لکھوائیں اور انہیں اچھے انداز میں شائع کر کے شائقین تک پہنچائیں، تا کہ موصوف بے فکری کے ساتھ اپنے قلمی کارواں کو آگے بڑھاتے رہیں اور راستے میں اشاعت کو لے کر کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہونے پائے۔ مولیٰ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ مولانا برکاتی کو مزید دینی نگارشات اور ادبی نقوش کو بروئے کار لانے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیم

محمد عبدالمبین نعمانی قادری

المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

(۶؍رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ)

آئینہ کتاب

امام احمد رضا اور مدینہ منورہ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم والہ وصحبہ اجمعین۔

مجددِ اعظم، فقیہ اسلام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ بلاشبہ ایک عاشق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے، عشق ومحبت اور نسبت وارادت ہی ان کی کل پونجی تھی، ان کے پاس عشق بھی تھا اور علم بھی، وہ علم جو عشق وعرفان کا درست ادراک عطا کرتا ہے، ان کے عشق اور علم کی متوازن فضا حیرت انگیز بھی ہے اور قابل دید بھی، نہ تو ان کا علم غیر موزوں صورت حال کا شکار ہوا اور نہ ہی ان کے عشق نے ناموافق فضا میں سانس لی، عشق کی راہ خطرات سے بھری ہوتی ہے، یہاں کانٹوں کی سیج پر چل کر منزل تک رسائی ممکن ہوتی ہے، امام احمد رضا علم شریعت کے امام تھے اور عشق وعرفان کی سلطنت میں بھی ان کا طوطی بولتا تھا، عشق کو منزل مقصود تک پہنچانے میں علم شریعت سنگ میل کا درجہ رکھتا ہے اور یہ علم نہ ہو تو عشق جنون محض بن جاتا ہے، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری نے بڑی محقق بات تحریر کردی ہے:

> ''علم شریعت کے بغیر عشق جنون محض ہے اور علم کی انجمن میں
> عشق رسول کی شمع فروزاں نہ ہو، تو اسی علم کا نام حجاب اکبر ہے'' (۱)

فتاویٰ رضویہ اور حدائق بخشش کو ہم بجا طور پر علم شریعت اور عشق رسول کا سرچشمہ کہہ سکتے ہیں، رئیس القلم نے یوں ہی نہیں ارقام فرمایا:

> ''ٹھیک ہی کہا ہے کہنے والوں نے کہ علم کی جلالتِ شان اور عشق
> کی دریوزہ گری دونوں کو ایک سنگم پر دیکھنا ہو تو فتاویٰ رضویہ اور حدائق
> بخشش دونوں کو ایک ساتھ پڑھیے'' (۲)

امام احمد رضا قدس سرہ کے علم و فضل اور عشق رسالت میں کامل ہونے کا اعتراف صرف اپنوں کو نہیں تھا، ان کے مخالفین بھی ان کے علم و عشق کے مداح و معترف رہے، الفضل ما شهدت به الاعداء۔

مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کے نائب مولانا غلام علی صاحب امام احمد رضا قادری کی چند تصانیف کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ:

> ''جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علما میں پائی جاتی ہے اور عشق خدا اور رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے'' (۳)

وقت کے نامور علما، محدثین، فقہا، ادبا نے ان کے علم کو تحسین و آفریں کہا اور ان کے عشق کو بھی صداقت کے روپ میں نکھرنے کا اعتراف کیا، ان کا علم بھی ضرب المثل بن گیا اور ان کے عشق کے نغمات بھی ہر دبستاں میں گونجنے لگے، ایک عاشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا سب سے بڑا مطلوب درِ حبیب کی حاضری ہے، ایک عاشق جب روحانی کرب محسوس کرتا ہے تو اسے مدینے کی یاد ستاتی ہے، مدینے کے ذکر و فکر سے اسے یک گونہ سرور ملتا ہے، کیوں نہ ہو کہ مدینہ منورہ کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو اپنے قلب میں رکھنے کا شرف حاصل ہے، وہ سرزمین تو تمام تر محبتوں، عقیدتوں کا مرکز ہے، جہاں سے عشق و عرفان کے آبشار پھوٹتے ہیں، اور جو ایمان وایقان کی پناہ گاہ ہے، اس مقدس شہر سے عشق و محبت کا رشتہ بڑا محکم ہے، مدینہ منورہ تو امام احمد رضا کا وظیفۂ حیات تھا، اس کے تذکرے، اس کے تئیں تقدیسی رجحانات کا تحفظ اور اس کے ذرے ذرے سے کمال وارفتگی ہی ان کے روزمرہ کے معمولات تھے، اس کے ادب و اکرام میں جان کی بازی لگانے کا جذبہ بیکراں ان کے دل میں موجود تھا۔

آپ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے:

> ''آپ تادم زیست بغداد کی سمت یا مدینہ کی طرف یا کعبہ کی جانب پیر پھیلا کر نہیں بیٹھے'' (۴)

کعبۃ بیت اللہ ہے، حرم پاک ہے، مدینہ شہر رسول اللہ ہے، کعبے کا کعبہ ہے، اس لیے اس کی

تعظیم کی جاتی ہے، دلوں میں رکھا جاتا ہے، آنکھوں سے لگایا جاتا ہے، لیکن بغداد کو ایک ایسے عاشق صادق، ولی کامل، برگزیدہ بندے سے نسبت کا شرف حاصل ہے جس کا نسبی رشتہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جاملتا ہے، اللہ عزوجل نے اسے ولیوں کا سردار بنایا، عشق کا مبلغ بنایا، دین کا خادم بنایا، عشق کے تقاضوں میں نہ صرف محبوب کے دیار کا تقدیسی اظہار شامل ہے بلکہ عاشقوں کا مسکن ومدفن بھی اس کی نگاہ میں عظیم بن جاتا ہے، عاشقوں کی محبت سے بھی عشق میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے، اس لیے امام احمد رضا کی نگاہ میں بغداد بھی قابل تکریم ہے، بلکہ ان کا کہنا تو یہ ہے کہ ''میرے پاس جو کچھ ہے وہ انہیں کا صدقہ وعطیہ ہے'' (۵)

عاشق صادق حضور سید شاہ غوث اعظم محی الدین جیلانی قدس سرہ کے متعلق امام کے یہ دوشعر ملاحظہ کریں:

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
رشک بلبل ہے رضا لالۂ صد داغ بھی ہے
آپ کا واصف وذکرا بھی ہے عبد القادر

(۶)

مدینے کی آب وہوا

ایک بار امام احمد رضا کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ حضور! کن کن پانیوں کو کھڑے ہوکر پینے کا حکم ہے؟ اس کا جواب دینے کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا:

''دوسری بار کی حاضری میں مجھے جیٹھ کا مہینہ پورا مدینہ طیبہ میں گزرا۔ دن میں تو کچھ خفیف گرمی ہوتی تھی، رات کو اگر نماز عشا پڑھ کر سوئے تو سوائے موذن کی آواز کے اور کوئی جگانے والا نہیں، نہ گرمی، نہ پسو، نہ کھٹمل، نہ مچھر۔ حدیث میں ارشاد ہوا: لیل تهامة لا حر ولا

بـرد ولا خـوف ولا سامۃ ’’مدینے کی رات میں نہ گرمی، نہ سردی، نہ خوف، نہ ملال‘‘(۷)

ایک مرتبہ بریلی شریف کے پانی کی نفاست کا ذکر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی بارگاہ میں ہوا تو اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

’’میں نے مدینہ طیبہ سے بہتر پانی کہیں نہ پایا، خدام کرام حاضرین بارگاہ کے لیے زورقوں میں پانی بھر کر رکھتے ہیں، گرمی کے موسم میں اس شہر کی ٹھنڈی نسیمیں اتنا سرد کر دیتی ہیں کہ بالکل برف معلوم ہوتی ہے، عمدہ پانی کی تین صفتیں ہیں اور وہ تینوں اس میں اعلیٰ درجے پر ہیں، ایک صفت یہ ہے کہ ہلکا ہو اور وہ پانی اس قدر ہلکا ہے کہ پیتے وقت حلق میں اس کی ٹھنڈک تو محسوس ہوتی ہے اور کچھ نہیں۔ اگر خنکی نہ ہو تو اس کا اترنا بالکل معلوم نہ ہو، دوسری صفت شیرینی، وہ پانی اعلیٰ درجے کا شیریں ہے، ایسا شیریں میں نے کہیں نہیں پایا، تیسری صفت خنکی، یہ بھی اس میں اعلیٰ درجے پر ہے‘‘(۸)

امام کی یہ تحقیق صرف عقیدت کی تحقیق نہیں بلکہ ان کا سر رشتہ سائنس کی اعلیٰ تحقیقات سے جا ملتا ہے، کیوں نہ ہو، امام احمد رضا تو چودھویں صدی کے سب سے بڑے اسلامی سائنٹسٹ تھے۔

لاجواب سخن فہمی

امام احمد رضا کی بارگاہ میں ایک شعر پیش کر کے اس کا مطلب دریافت کیا گیا، وہ شعر یہ ہے:

اہل نظر نے غور سے دیکھا تو یہ کھلا
کعبہ جھکا ہوا تھا مدینے کے سامنے

آپ نے ارشاد فرمایا:

’’شب میلاد کعبہ نے سجدہ کیا اور جھکا مقام ابراہیم کی طرف اور کہا

حمد ہے اس کے وجہ کریم کو جس نے مجھے بتوں سے پاک کیا‘‘ (۹)

روضہ رسول کعبہ سے افضل ہے

امام احمد رضا سے عرض کیا گیا: حضور والا! یہ صحیح ہے کہ کعبہ معظمہ جنت میں جائے گا؟

ارشاد: ہاں کعبہ معظمہ اور تمام مساجد

عرض: اور حضور! روضۂ اقدس؟

ارشاد: روضہ رسول افضل ہے یا کعبہ معظّمہ؟

عرض: روضۂ رسول

ارشاد: پھر جب مفضول جائے گا تو افضل کے جانے میں کیا شبہہ؟ صرف روضہ اقدس ہی نہیں بلکہ تمام تربتیں انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی۔ (۱۰)

مدینہ طیبہ کی حاضری کی چار عظیم نعمتیں

آپ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ حضور! اجمیر شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کو جانا جائز ہے یا نہیں؟ تو ارشاد فرمایا:

> ’’غنیۃ میں ہے: یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں، بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے، جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے، لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے، ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں‘‘

آگے روضۂ رسول پر عورتوں کی حاضری کے حوالے سے مزید ارشاد فرمایا:

> ’’سواے روضۂ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں، وہاں کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے اور قرآن عظیم نے اسے مغفرت ذنوب کا تریاق بتایا‘‘ ولو انهم اذ ظلموا

انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ''اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تمہارے حضور حاضر ہوں، پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کے لیے معافی مانگے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے، خود حدیث میں ارشاد ہوا: من زار قبری وجبت لہ شفاعتی'' جو میرے مزار کریم کی زیارت کو حاضر ہو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی، دوسری حدیث میں ہے: من حج ولم یزرنی فقد جفانی ''جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کو آیا بیشک اس نے مجھ پر جفا کی''

اس کے بعد حاضری مدینہ کی چار عظیم اور قابل قدر نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''ایک تو یہ ادائے واجب، دوسرے قبول توبہ، تیسرے دولت شفاعت حاصل ہونا، چوتھے سرکار کے ساتھ معاذ اللہ جفا سے بچنا، یہ عظیم اہم امور ایسے ہیں جنھوں نے سب سرکاری غلاموں اور سرکاری کنیزوں پر خاک بوسی آستاں عرش نشان لازم کردی'' (۱۱)

حاضری مدینہ اور زیارت روضہ انور کی برکات وثمرات کا مزید حوالہ ان شاء اللہ عزوجل آگے کی سطور میں ہم پیش کریں گے، یقیناً زائر روضۂ اقدس مذکورہ چار عظیم نعمتوں سے ضرور بہرہ ور ہوتا ہے، اس کی قسمت کا ستارا اوج پر چمکتا دکھائی دیتا ہے، سر دست فضائل مدینہ منورہ کے حوالے سے چندان احادیث مبارکہ کا تذکرہ کریں گے امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے جن کا ذکر اپنی تصنیفات میں بڑے اچھے اسلوب میں کیا ہے اور ان سے فوائد جلیلہ اخذ فرمایا ہے۔

فضائل مدینہ منورہ

فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۲۸۹ ر پر یہ حدیث پاک تحریر کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم نے ارشاد فرمایا: بیشک ایمان مدینے کی طرف یوں سمٹے گا جیسے سانپ اپنی بانبی کی طرف" (۱۲)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مدینے کو یثرب کہے اس پر توبہ واجب ہے۔ مدینہ طابہ ہے، مدینہ طابہ ہے" (۱۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ اسے یثرب کہتے ہیں، وہ تو مدینہ ہے" (۱۴)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے مدینہ کا نام طابہ رکھا" (۱۵)

متذکرہ بالا تینوں احادیث کو امام اہل سنت قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۶۱ پر ذکر فرمایا ہے۔

محسن کائنات رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل مدینہ کی آب و ہوا صحت کے لحاظ سے بڑی مضر تھی، اس کے پہلے نام یثرب میں شدت اور فساد کا مفہوم پایا جاتا ہے، پانی خوش ذائقہ نہ تھا، وبائیں بہت زیادہ پھیلتی تھیں، بخار اور دیگر بیماریاں اکثر اپنا ڈیرہ ڈالے رہتی تھیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے اس بستی کے مقدر کا ستارہ چمک اٹھا، یہ بستی اب یثرب نہ رہی، اب اسے مدینہ اور طابہ ہونے کا شرف مل گیا، ناخوش گوار فضاؤں، ہواؤں میں خوش گوار تبدیلی رونما ہوگئی، آب و ہوا بدل گئی، معاشی حالات سدھر گئے، اب اس کے ذرے ذرے سرمہ بصیرت بن گئے، اس کی گلیاں بڑی باعظمت ہوگئیں، اس کا وقار بڑھ گیا۔

حرم مدینہ کی فضیلت

فتاوئ رضویہ جلد نہم حصہ دوم ص ۳۱۷ پر امام احمد رضا حرم مدینہ کی فضیلت حدیث نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی روشنی میں واضح کرتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے مدینے کے سنگلاخ علاقوں کے درمیان کانٹے دار درخت کاٹنے اور شکار کرنے کو حرام کر دیا ہے، نیز فرمایا: مدینہ اس کے باشندوں کے لیے بہتر ہے اگر وہ سمجھیں، مدینے سے بے رغبتی اختیار کرتے ہوئے کوئی اس سے نکل کر دوسری جگہ جا کر آباد ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اس سے بہتر کو وہاں آباد فرمادے گا۔ مدینے میں رہ کر اگر کوئی اس کی محنتوں اور مشقتوں کو برداشت کرے گا تو میں کل بروز قیامت اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا'' (۱۶)

مدینہ منورہ کے باشندے بڑے خوش نصیب ہیں کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیار میں رہنے کا شرف حاصل ہے، تبھی تو ہر عاشق رسول مدینۃ الرسول میں رہنے کی تڑپ رکھتا ہے، بلکہ بعد وفات دیار حبیب کی مٹی میں دفن ہونا زندگی کی سب سے بڑی معراج جانتا ہے۔

مدینہ افضل ہے یا مکہ؟

امام احمد رضا قادری قدس سرہ کو پہلی بار ۱۲۹۵ھ میں والد ماجد کے ہمراہ حج بیت اللہ کی سعادت ملی، آپ تشریف لے گئے، حسن اتفاق سے ایک روز مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس امام وخطیب شافعیہ شاہ حسین بن صالح علوی فاطمی قادری مکی قدس سرہ سے ملاقات ہوگئی، وہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر دولت کدہ پر حاضر ہوئے، اسی دورانیہ حج وزیارت پر مشتمل اپنا منظوم رسالہ ''الجوھرۃ المضیۃ'' انہیں دکھایا اور فرمایا کہ اکثر اہل ہند اس سے مستفیض نہیں ہو سکتے، ایک تو اس کی زبان عربی، دوسرے مذہب شافعی، جب کہ ہندوستانی اکثر حنفی المسلک ہیں، اس لیے آپ اس کی تشریح اردو زبان میں مذہب حنفی کے مطابق کر دیں، تاکہ ہر کسی کے لیے قابل استفادہ ہو جائے، اعلیٰ حضرت نے قبول فرمایا اور اس کی شرح ''النیرۃ الوضیۃ'' کے لقب سے تحریر فرمائی اور بعد میں اس پر حاشیہ بھی ''الطرۃ الرضیۃ'' کے نام سے لکھا، جس میں حج وزیارت کے مسائل، ارکان کی تفصیل، روضۂ رسول پر حاضری کے آداب وغیرہا بہت سارے گوشوں پر اجمالی بحث پیش فرمائی ہے، احادیث نبویہ کی روشنی میں مدینہ کی افضلیت، زیارت روضۂ

اقدس کے برکات واجور کی وضاحت کی ہے، زیارت روضۂ انور پر آگے انشاء اللہ عزوجل تفصیلی گفتگو پیش کریں گے، اور آداب حاضری پر بھی تحریری نقوش ثبت کریں گے، اس مقام پر اسی رسالہ میں مذکورہ ایک حدیث پاک کا ذکر کررہے ہیں، مذکورہ رسالہ فتاویٰ رضویہ مترجم جلد دہم ص: ۷۷۱ تا ۸۲۹ پر موجود ہے، صفحہ ۸۰۹ پر حدیث نمبر ۹۱ کے تحت یہ حدیث مذکور ہے:

مدینہ مکہ سے افضل ہے، تفصیلی حدیث پاک اس طرح ہے:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ مکہ مکرمہ میں مروان بن حکم کے ممبر کے پاس بیٹھے تھے، جب وہ خطبہ دے رہا تھا، مروان نے مکہ مکرمہ کے فضائل بیان کیے لیکن مدینہ منورہ کا کوئی ذکر نہیں کیا، حضرت رافع بن خدیج نے اپنے دل میں اس طرح سے کھٹک محسوس کی، آپ کی عمر شریف کافی ہوگئی تھی، پھر بھی آپ نے جرأت وبے باکی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: اے متکلم! تو نے مکہ مکرمہ کے فضائل تو خوب بیان کیے لیکن ابھی اس کے بہت سے فضائل چھوڑ دیے جو عظیم ہیں، اور تو نے مدینہ منورہ کی کوئی فضیلت بیان نہیں کی، میں اس بات کا گواہ ہوں کہ میں نے بلا شبہہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے، (۱۷)

مدینے میں مرنے والا شفاعت کا حقدار ہے

اسی رسالے میں حدیث نمبر ۲۰ ر کے تحت ہے: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس سے مدینے میں مرنا ہو سکے تو اسی میں مرے کہ جو مدینے میں مرے گا میں اس کی شفاعت فرماؤں گا" (۱۸)

یقیناً مدینے میں رہنے والا بڑا نصیب والا ہے اور ضرور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت اسے نصیب ہوگی۔

مدینہ میں سکونت کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فرماتے ہیں: میرا جو امتی مدینہ کی شدت وسختی پر صبر کرے گا میں روز قیامت اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا (رواہ مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (۱۹)

''اور یہ ظاہر ہے کہ روزہ میں شدت ومحنت پر صبر ہوتا ہے، خصوصاً بلاد گرم میں، خصوصاً موسم گرما میں، خود حدیث میں آیا: **الصوم نصف الصبر** ''روزہ آدھا صبر ہے۔

پھر اس کے بعد فائدۂ جلیلہ کے تحت رقم طراز ہیں:

> ''جن چیزوں پر وعدہ شفاعت فرمایا گیا جیسے یہ حدیث یا حدیث زیارت شریفہ یا حدیث موت فی المدینہ یا حدیث سوال وسیلہ وغیرہا وہ بحمد اللہ حسن خاتمہ کی بشارتِ جمیلہ ہیں کہ یہاں وعدۂ شفاعت ہے اور وعدۂ حضور وعدۂ غفور، **واللہ لا یخلف المیعاد**، اور کافر کی شفاعت محال، تو لاجرم کہ سختی مدینہ پر صابر، اور حضور پرنور کا زائر اور مدینہ طیبہ میں مرنے والا اور حضور کے لیے سوال وسیلہ کرنے والا ایمان پر خاتمہ پائے گا، والحمد للہ رب العالمین اللھم ارزقنا، آمین'' (۲۰)

ان تفصیلات کی ضیا بار کرنوں سے یقیناً قارئین کے ذہن وفکر میں مدینہ طیبہ کی عظمت وشوکت اور اس کی طہارت ونفاست کے حقائق جگ مگ جگ مگ کر رہے ہوں گے، یہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم ہائے ناز کی برکت ہے، ان کی نسبت کا فیضان ہے، ان سے وابستگی کا نتیجہ ہے کہ یہ بلند مقام اس مقدس سرزمین کو حاصل ہوا اور اس کی رفعت وعظمت میں چار چاند لگ گیا، یہ نسبت بڑی عظیم چیز ہے، ایک مرد مومن کے لیے یہی نسبت بڑی اہمیت کی حامل ہے، ایک عاشق اسی نسبت کی حفاظت میں جان عزیز تک قربان کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔

مدینے سے امتیازی نسبت

امام احمد رضا قدس سرہ کو بھی اسی نسبت کا شرف حاصل ہے، مدینہ منورہ ان کی آنکھوں میں بسا رہتا تھا، اس کے ذرے ذرے سے انہیں محبت تھی، دیار محبوب کی گلیوں میں چکر لگانے والے

کتوں کا مقام بھی ان کے نزدیک بڑا اعلیٰ تھا، یہ شعر ان کی وارادت قلب کا مکمل ترجمان ہے:

دل کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں
اے سگانِ کوچۂ دل دار ہم

(امام احمد رضا)

امام احمد رضا واقعی سچے عاشق رسول تھے، ان کا عشق تصنع اور بناوٹ سے پاک تھا، بلاشبہہ وہ عشق حقیقی کے مرتبہ عظمیٰ پر فائز تھے، مبلغ اسلام خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم میرٹھی علیہ الرحمہ حرمین طیبین سے واپسی پر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک طویل منقبت نہایت خوش آوازی سے پڑھ کر سنائی، جس کا مطلع تھا:

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
نسیم جانِ عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو

ملک العلما علامہ ظفر الدین رضوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''جب مولانا اشعار پڑھ چکے تو حضور (امام احمد رضا) نے ارشاد فرمایا: مولانا! میں آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں؟ (اپنے عمامے کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے جو بہت قیمتی تھا، فرمایا) اگر اس عمامے کو پیش کروں تو آپ اس دیار پاک سے تشریف لا رہے ہیں، یہ عمامہ آپ کے قدموں کے لائق بھی نہیں، البتہ میرے کپڑوں میں سے سب سے بیش قیمتی ایک جبہ ہے، وہ حاضر کیے دیتا ہوں اور کاشانۂ اقدس سے سرخ کاشانی مخمل کا جبہ لاکر عطا فرمایا۔ جو ڈیڑھ سو روپے سے کسی طرح کم قیمت کا نہ ہوگا۔ مولانا ممدوح نے سروقد کھڑے ہوکر دونوں ہاتھ پھیلا کر لے لیا، آنکھوں سے لگایا، لبوں سے چوما، سر پر رکھا، سینے سے دیر تک لگائے رہے'' (۲۱)

اس واقعہ پر خود راقم الحروف کا یہ تبصرہ و تاثر ملاحظہ فرمائیں:

"اس واقعہ سے یقیناً قارئین کو عشق حقیقی کا مثبت ادراک ہو چکا ہوگا، در حبیب سے واپس ہونے والا کتنا عظیم ہوگیا، کتنا بلند اقبال ہوگیا، کتنا خوش بخت ہوگیا کہ عمامہ جو انسان کے سر کا تاج زریں ہوا کرتا ہے، مدینے سے آنے والے انسان کے قدموں کے لائق بھی نہیں گردانا جارہا ہے، اس کا قدم اتنا قیمتی ہوگیا، یقیناً ان قدموں نے خاک مدینہ کا بوسہ لیا ہوگا، در محبوب کی گلیوں کے گرد وغبار کا لمس اسے ملا ہوگا، یقیناً وہ آنکھیں کتنی نور بھری ہوں گی، جنہوں نے گنبد خضرا کی زیارت کا شرف حاصل کیا، وہ ہاتھ کتنا عظیم ہوگا جو روضہ انور کی جالی سے مس ہوگیا ہوگا" (۲۲)

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے دلوں میں دنیا کی آرزوئیں نہ بسائیں، زر و جواہر کی تمناؤں سے دل کو گندا نہ کیا، ان کی ساری تڑپ، ان کا سارا زور رضاے رب و خوش نودی حبیب کے حصول میں سرگرداں نظر آتا ہے، محبت خدا اور رسول کے بارے میں خود فرماتے ہیں:

"الحمد للہ اگر قلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الٰہ الا اللہ اور دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ" (۲۳)

مدینے میں زیارت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عشق صادق کا فیضان اور صدقہ ہے کہ سر کی آنکھوں سے بحالت بیداری امام احمد رضا کو زیارت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت مولانا سید شاہ جعفر میاں پھلواری خطیب جامع مسجد کپورتھلا پنجاب نے ایک بار اپنے والد ماجد مولانا شاہ سلیمان کے عرس کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:

"حضرت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی جب دوسری مرتبہ زیارت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے مدینہ حاضر ہوئے تو شوق

دیدار میں روضہ شریف کے مواجہہ میں درود شریف پڑھتے رہے، اور یقین کیا کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالمواجہہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے، لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا تو ایک غزل لکھی، جس کا مطلع یہ ہے:

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

یہ غزل مواجہہ اقدس میں عرض کر کے انتظار میں مودب بیٹھے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور چشم سر سے بیداری میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے" (۲۴)

یہ شرف ہر عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہیں ہوتا، امام احمد رضا کے امتحان عشق میں کامیابی کی یہ دلیل ہے کہ انھیں حضور کے دیدار کا شرف مل گیا اور یہ شرف اللہ عزوجل کی بارگاہ میں برگزیدہ ہونے کا بھی ثبوت ہے۔

روضۂ انور کی زیارت

حضور سید انس و جاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ مقدسہ کی زیارت سنت موکدہ قریب واجب ہے، گزشتہ صفحات میں الملفوظ کے حوالے سے گزرا کہ قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ نے گناہ گاروں کے گناہوں کی بخشش کے لیے تین شرطوں (دربار رسول میں حاضری، استغفار اور رسول کی دعائے مغفرت) کی وضاحت فرمائی ہے اور علما و مفسرین کی تصریحات کے مطابق یہ حکم قرآن قیامت تک کے لیے دربار رسول میں حاضری کو عام ہے، صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری دنیاوی حیات مبارکہ ہی تک محدود نہیں، ایک زائر مدینہ ضرور بالضرور ان تینوں برکات کا حق دار ٹھہرے گا، احادیث مبارکہ بھی اس بات کا بین ثبوت پیش کرتی ہیں جن کا ہم آگے تذکرہ کریں گے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مقدس زمانے سے لے کر آج تک تمام دنیا کے مسلمان قبر منور کی زیارت کرتے اور آپ کی مقدس جناب میں توسل اور استغاثہ کرتے رہے ہیں اور ان شاء اللہ عزوجل قیامت تک یہ مبارک و مسعود سلسلہ جاری رہے گا۔

روضۂ منورہ کی زیارت، اس کے ثواب و فوائد اور آداب و اصول پر گفتگو کرنے سے پیشتر یہ حقیقت ذہن نشین کرنے کے لائق ہے کہ قبر انور کی جو زمین جسم پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا سے متصل ہے اس کا کیا مقام ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تربت اطہر یعنی جسم اقدس سے متصل زمین سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

> ''تربت اطہر یعنی وہ زمین کہ جسم انور سے متصل ہے کعبہ معظمہ بلکہ عرش سے بھی افضل ہے۔ صرح به ابن عقيل الحنبلي وتلقاه العلماء بالقبول ''باقی مزار شریف کا بالائی حصہ اس میں داخل نہیں، کعبہ معظّمہ مدینہ طیبہ سے افضل ہے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ مدینہ طیبہ سوائے موضع تربت اطہر اور مکہ معظّمہ کے سوائے کعبہ مکرمہ، ان دونوں میں کون افضل ہے؟ اکثر جانب ثانی ہیں اور اپنا مسلک اول، اور یہی مذہب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ طبرانی کی حدیث میں تصریح ہے کہ: المدينة افضل من مكة'' (۲۵)

روضۂ انور کی زیارت، اس کے برکات و ثمرات اور سفر سے متعلق امام احمد رضا قدس سرہ اپنے مقبول رسالہ ''النیرۃ الوضیۃ شرح الجوہرۃ المضیۃ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''علما فرماتے ہیں، زیارت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعظمِ قربات وافضلِ طاعات سے ہے، بہت برآرندۂ مقاصد و حاجات، قریب بدرجۂ موکدہ واجبات، بلکہ بعض نے وجوب کی تصریح فرمائی، فقیر کہتا ہے، دلیل اسی کو مقتضی وهو الذي نودان نقول به'' (۲۶)

مزید ارقام فرماتے ہیں:

"علما مختلف ہیں کہ پہلے حج کرے یا زیارت، لباب میں ہے: حج نفل میں مختار ہے اور فرض ہو تو پہلے حج، مگر مدینہ طیبہ راہ میں آئے تو تقدیم زیارت لازم، یعنی بے زیارت گزر جانا گستاخی، اور فقیر کو علامہ مکی کا یہ ارشاد بہت بھایا کہ پہلے حج کرے، تاکہ پاک کی زیارت پاک ہو کر ملے۔

"پاک شو اول وپس دیدہ براں پاک انداز"

پہلے پاک اور پھر اس پاک ہستی پر نظر ڈال۔

سفر مدینہ طیبہ خاص بقصد زیارت شریف ہو اور بے شک یہ امر شرعاً محمود اور زیارت اقدس اعظم مقصود۔ اور حدیث میں لفظ "**لا تعمله الا زیارتی**" موجود، یعنی اسے کوئی کام نہ ہو میری زیارت کے سوا۔

امام ابن الہمام فرماتے ہیں: میرے نزدیک افضل یہ ہے کہ سفر خاص بقصد زیارت والا کرے یہاں تک کہ اس کے ساتھ مسجد شریف کا بھی ارادہ نہ ہو کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم زیادہ ہے، جب حاضر ہوگا حاضری مسجد خود ہو جائے گی یا اس کی نیت دوسرے سفر پر رکھے۔" (۲۷)

ان تصریحات رضویہ سے بلاشبہہ زیارت روضۂ انور کے قطعی ویقینی ہونے کا ایقان قارئین کو حاصل ہو چکا ہوگا، پھر بھی ایضاح مطلب کے لیے چند حوالے اور درج کیے جاتے ہیں کہ مسئلہ پورے کا پورا نکھر کر عیاں ہو جائے اور کسی قسم کا کوئی شبہہ بھی ذہن وفکر میں گردش کرتا نہ ملے۔

فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے، امام احمد رضا قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ زیارت شریف حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے اور باوجود قدرت اس کا تارک یا مانع ومنکر فضل شرعاً کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔ اس کے جواب میں امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے بڑی نفیس، عمدہ اور محقق ومدلل بحث پیش فرمائی، قارئین کے استفادہ کے لیے وہ پورا جواب اس مقام پر نقل کیا

جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

''زیارت سراپا طہارت حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالقطع والیقین باجماع مسلمین افضل قربات واعظم حسنات سے ہے۔ جس کی فضیلت وخوبی کا انکار نہ کرے گا مگر گمراہ، بد دین، یا کوئی سخت جاہل، سفیہ، غافل، مسخرۂ شیاطین۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ اس قدر پر تو اجماع قطعی قائم، اور کیوں نہ ہو، خود قرآن عظیم اس کی طرف بلاتا اور مسلمانوں کو رغبت دلاتا ہے۔

قال المولی سبحانہ وتعالیٰ: ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ''یعنی اگر ایسا ہو کہ وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں یعنی گناہ وجرم، تیری بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوں، پھر خدا سے مغفرت مانگیں اور مغفرت چاہے ان کے لیے رسول، تو بے شک اللہ عزوجل کو توبہ قبول کرنے والا، مہربان پائیں۔

امام سبکی شفاء السقام اور شیخ محقق جذب القلوب میں فرماتے ہیں:

''علما نے اس آیت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حال حیات وحال وفات دونوں حالتوں کو شمول سمجھا، اور ہر مذہب کے ائمہ، مصنفین مناسک نے وقت حاضری مزار پرانوار اس آیت کی تلاوت کو آداب زیارت سے گنا۔

علامہ سمہودی شافعی وفاء الوفا میں فرماتے ہیں:

''حنفیہ زیارت شریفہ کو قریب بہ واجب کہتے ہیں، اور اسی طرح مالکیہ وحنبلیہ نے تصریح کی'' ہماری کتب مذہب میں مناسک فارسی، طرابلسی، کرمانی، اختیار شرح مختار، فتاویٰ ظہیریہ، فتح القدیر، خزانۃ المفتیین، منسک متوسط، مسلک متقسط، منح الغفار ومراقی الفلاح وحاشیہ طحطاوی علی المراقی، مجمع الانہر، سنن الہدیٰ اور عالم گیری وغیرہا میں اس کے قریب واجب ہونے کی تصریح وتقریر، بلکہ خود صاحب مذہب سیدنا امام اعظم سے اس پر نص منقول۔

جذب القلوب میں ہے:

''زیارت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزد ابی حنیفہ از افضل مندوبات واوکد مستحبات است قریب بدرجۂ واجبات''

(زیارت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک افضل مندوبات و اعلیٰ مستحبات سے ہے درجۂ واجبات کے قریب)

اور بعض ائمہ مالکیہ و شافعیہ تو صاف صاف واجب کہتے ہیں، اور یہ ہی مذہب ظاہریہ سے منقول ہے۔ امام ابن الحاج مکی مالکی مدخل اور امام سبکی شافعی تہذیب الطالب میں امام عبدالحق بن محمد سے نقل فرماتے ہیں:

"امام ابوعمران فاسی مالکی نے فرمایا: قبر شریف حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت واجب ہے"

امام قاضی عیاض مالکی شفا شریف میں امام ابوعمرو سے ناقل:

"قبر اقدس حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سفر کر کے جانا واجب ہے"

اسی طرح امام عسقلانی شارح صحیح بخاری شافعی، و امام ابن حجر مکی شافعی و علامہ علی قاری حنفی وغیرہم علما کا میلان ہے۔ بعض کلمات امام سبکی بھی اسی طرف ناظر۔ شفاء شریف میں فرمایا:

"زیارت قبر میں حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم واجب ہے"

اسی طرح مواہب الدنیہ شریف میں ہے اور شک نہیں کہ ظاہر دلیل اسی کو مقتضی۔ ابن عدی وغیرہ کی حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من حج ولم یزرنی فقد جفانی ، جو حج کرے اور میری زیارت کو حاضر نہ ہو، بے شک اس نے مجھ پر جفا کی۔

علامہ قاری شرح لباب میں اس کی سند کو حسن اور وہی شرح شفا، درر مضیہ اور امام ابن حجر جوہر منظم میں محتج بہ فرماتے ہیں، انہی دونوں کتابوں میں فرمایا:

"نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جفا حرام ہے تو زیارت نہ کرنا کہ جفا ہے حرام ہوا"

مدارج النبوۃ میں ہے:

"صاحب مواہب گفتہ: ایں ظاہر است در حرمت ترک زیارت، زیرا کہ دریں جفا و اذائے

اوست و جفا و اذائی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرام است باجماع، بس واجب باشد ازالۂ جفا و آن بزیارت خواہد بود، بس زیارت واجب باشد"

(صاحب مواہب نے فرمایا ہے کہ زیارت نہ کرنے کی حرمت پر یہ ظاہر ہے کیوں کہ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جفا ہے اور آپ کو ایذا ہے، جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جفا اور ایذا بالاجماع حرام ہے، تو اس جفا کے ازالہ کے لیے زیارت واجب ہے)

امام قسطلانی اس عبارت کے بعد فرماتے ہیں:

بالجملہ جو باوجود قدرت ترک زیارت کرے، اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جفا کی اور حضور کا ہم پر یہ حق نہ تھا"

اسی طرح ترک زیارت کے موجب جفا ہونے میں متعدد حدیثیں آئیں کہ حضرت والد علامہ قدس سرہ نے جواہر البیان شریف میں ذکر فرمائیں اور شک نہیں کہ افراد میں اگر چہ کلام ہو، مجموع حَسن تک مترقی، اور حسن اگر چہ لغیرہ ہو، محل احتجاج میں کافی اور اسی کے مناسب قصہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ امام عساکر وغیرہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور امام سبکی نے شفا اور علامہ سمہودی نے وفا اور امام ابن حجر نے جوہر میں اس کی سند کو جید کہا کہ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام میں سکونت اختیار فرمائی، خواب میں حضور پر نور سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے شرف یاب ہوئے کہ ارشاد فرماتے ہیں:

ما ھذہ الجفوۃ یا بلال! اما ان لک ان تزورنی یا بلال!

"اے بلال! یہ کیا جفا ہے، اے بلال! کیا ابھی تجھے وہ وقت نہ آیا کہ میری زیارت کو حاضر ہو۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ غمگین و ترساں و ہراساں بیدار ہوئے، اور فوراً بہ قصد مزار پر انوار جانب مدینہ شد الرحال فرمایا۔ جب شرف حضور پایا، قبر انور کے حضور رونا اور منہ اس خاک پاک پر ملنا شروع کردیا۔ دونوں صاحب زادے حضرات امام حسن و حسین صلی اللہ تعالیٰ علیٰ جدہما و علیہما و بارک وسلم تشریف لائے، بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں گلے لگا کر پیار کرنے لگے۔ شہزادوں نے فرمایا: ہم تمہاری اذان کے مشتاق ہیں، یہ سقف مسجد انور پر جہاں زمانہ اقدس میں اذان دیتے تھے، گئے۔

جس وقت اللہ اکبر، اللہ اکبر کہا، تمام مدینہ میں لرزہ پڑ گیا۔ جب اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا، مدینہ کا لرزہ دوبالا ہوا، جب اس لفظ پر پہنچے کہ اشہد ان محمداً رسول اللہ'' کنواری نوجوان لڑکیاں پردوں سے نکل آئیں اور لوگوں میں غل پڑ گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزار انور سے باہر تشریف لے آئے۔ انتقال حضور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی دن مدینہ منورہ کے مردوزن میں وہ رونا نہ پڑا تھا جو اس دن ہوا۔

در نماز سر خم ابروئے تو بریاد آمد
حالت رفت کہ محراب بفریاد آمد

(جب آپ کی کمان ابرو مجھے نماز میں یاد آئی تو بے خودی کی حالت میں مسجد آہ وبکا میں مصروف ہوگئی)

اور نیز وہ حدیث بھی موید وجوب ہوسکتی ہے، جسے امام ابن عساکر اور امام ابن النجار نے کتاب الدرۃ الثمینہ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''ما من احد من امتی له سعة ثم لم یزرنی فلیس له عذر'' میرا جو امتی باوصف مقدرت میری زیارت نہ کرے اس کے لیے کوئی عذر نہیں۔

حتی کہ بعض ائمہ شافعیہ زیارت شریفہ کو مثل حج فرض بتاتے ہیں۔ علامہ عبد الغنی بن احمد بن شاہ عبد القدوس چشتی گنگوہی قدس سرہ شاگرد امام علامہ ابن حجر مکی رحمہم اللہ تعالیٰ سنن الہدیٰ میں فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے استاذ ابن حجر اید اللہ الاسلام ببقائیہ کو فرماتے سنا کہ زیارت شریفہ ہمارے بعض اصحاب شافعیہ کے نزدیک مثل حج واجب ہے اور ان کے نزدیک واجب و فرض میں کچھ فرق نہیں''

بالجملہ قول وجوب من حیث الدلیل اظہر اور نظر ایمانی میں احب و ازہر ہے اور قریب وجوب کے علمائے مذاہب اربعہ بلکہ خود امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منصوص اس کے قریب اور حکما

مقارب، اور قول سنت اس کے منافی نہیں، فقہا واجب کو بھی کہ سنت یعنی جو حدیث سے ثابت ہو سنت بولتے ہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے نماز عید کو کہ حنفی کے نزدیک واجب ہے سنت کہا، بلکہ اطلاق اعم میں مستحب ومندوب بھی واجبات کو شامل، اور فرض وواجب جب کہ حکم عمل واثم تارک میں مشارک، اور شافعیہ کے یہاں فرق اصطلاح نہیں، تو ان کے نزدیک واجب پر اطلاق فرض اور حج سے تمثیل بعید نہیں۔ اس تقریر پر سب افعال متفق ہو جائیں گے اور بہ تصریح علما مثل علامہ شافعی وغیرہ ابدائے وفاق، ابقائے خلاف سے اولیٰ، اور بے شک وجوب وقرب وجوب کہ جمہور ائمہ مذاہب جس کی تصریح کرتے ہیں، تارک کے اثم پر یک زبان بہرحال جزم کیا جاتا ہے کہ بوجود قدرت تارک زیارت قطعاً محروم وملوم وبدبخت ومشوم وآثم وگنہ گار وظالم وجفا کار ہے۔ والعیاذ باللہ مما لا یرضاہ۔ لاجرم سلفاً وخلفاً علمائے دین وائمہ معتمدین تارک زیارت پر طعن شدید وتشنیع مدید کرتے آئے کہ ترک مستحب پر ہرگز نہیں ہو سکتی۔

علامہ رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ امام ابن ہمام نے لباب میں فرمایا:

”ترک زیارت بڑی غفلت اور سخت بے ادبی ہے“

اور امام ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی نے تو جوہر منظم میں تارک زیارت پر قیامت کبریٰ قائم فرمائی، فرماتے ہیں رحمہ اللہ تعالیٰ:

”خبردار ہو! حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجھے ترک زیارت سے حد درجہ ڈرایا اور اس کی آفتوں سے جو کچھ بیان فرمایا کہ اگر تو اسے غور سے سمجھے تو اپنے اوپر ہلاکت وبدانجامی کا خوف کرے۔ حضور نے صاف فرمایا کہ ترک زیارت جفا ہے۔ اور یوں ہی صحیح حدیث میں آیا کہ ”میرا ذکر سن کر مجھ پر درود نہ پڑھنا جفا ہے“ اس سے ثابت ہوا کہ باوجود قدرت ترک زیارت اور ذکر اقدس سن کر ترک درود دونوں یکساں ہیں کہ دونوں جفا ہیں۔ تو تارک زیارت پر ان سب عذابوں اور شناعتوں کا خوف ہے جو تارک درود کے لیے حدیثوں میں آئیں کہ وہ شقی، نامراد، ذلیل وخوار مستحق نار، خدا اور رسول سے دور ہے، اس پر ان سب عذابوں اور نیز مردود بارگاہ ہونے کی دعا جبرئیل امین وحضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی۔ وہ راہ جنت بھول گیا، حد بھر کا بخیل،

ملعون، بے دین ہے۔ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار جمال جہاں آرا سے محروم رہے گا۔ والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ۔

ان باتوں کو یاد کر کے اسے خبر دے جس نے باوصف قدرت راہ سستی وکسل زیارت شریف نہ کی، شاید یہ سن کران برائیوں سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائے، اپنے اس نبی پر جفا نہ کرے، جو اس کا اور تمام جہان کا اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ ہیں، اور ہم نے بہت تارکان زیارت بحال قدرت کو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے چہروں پر صریح محسوس تاریکی ظاہر کردی، اور نیکیوں میں انہیں ایسا سست کردیا کہ عبادت چھوڑ کر دنیا میں پڑ گئے اور مرتے دم تک اسی حال پر رہے" (ملخصاً) والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

اس کے بعد امام نے دو سخت ہولناک واقعے لکھے جنہیں سن کر مسلمان کا دل کانپ اٹھے، اللہ تعالیٰ اپنی امان میں رکھے، صدقہ اپنے پیارے حبیب قریب مجیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا، آمین۔ مسلمان غور کرے، جب تارک زیارت کا یہ حال، اس کے مانع یا منکر فضیلت کا کیا حال ہوگا؟ آفتاب سے زیادہ روشن کہ ایسا شخص گمراہ، بددین، خارق اجماع مسلمین، مستحق وعید شدید، نو لہ ما تولیٰ ونصلہ جہنم وسائت مصیرا۔ (ہم اسے اس حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے بیٹھنے کی) ہے۔

امام ابن حجر "افضل القریٰ" میں فرماتے ہیں:

"جو اس کی خوبی میں نزاع کرے گا، اس کا نزاع کرنا دنیا وآخرت میں اس کی تباہی وسیاہی کا باعث ہوگا۔"

امام سبکی "شفاء السقام" میں فرماتے ہیں:

"نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت واطراف عالم سے اس کی طرف سفر، اعظم قربات الٰہی سے ہے۔ جیسا کہ مدتوں سے شرق وغرب کے مسلمانوں میں معروف ہے، آج کل بعض مردود (یعنی ابن تیمیہ اور اس کے ہواخواہ) شیطان کے سکھائے سے اس میں شک ڈالنے لگے، مگر ہیہات، یہ مسلمانوں کے دل میں کہاں جگہ پاتی، یہ تو ایک مردود کی فتنہ پردازی ہے، جس کا وبال

اسی پر پڑے گا۔“

امام احمد قسطلانی ”مواہب شریفہ“ میں فرماتے ہیں:

”قبر مبارک کی زیارت بہت بڑی قربت اور بڑی امید کی طاعت اور نہایت بلند درجوں کی طرف راہ ہے، جو اس کے خلاف اعتقاد کرے اس نے ربن اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا اور خدا اور سول و جماعت مشاہیر ائمہ کا خلاف کیا“

یہاں تک کہ بعض علما صراحۃً زیارت شریفہ کے قربت ہونے کو ضروریات دین سے اور اس کے منکر کو کافر بتاتے ہیں۔ ”درہ مضیہ“ مولینا علی قاری میں ہے:

”بعض فضلا نے مبالغہ کیا کہ فرماتے ہیں زیارت شریفہ کا قربت ہونا دین سے ضرورۃً معلوم ہے اور اس کے منکر پر کفر کا حکم“

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

”قبر اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت اور اس کی طرف سفر کو ابن تیمیہ اور اس کے اَتباع مثل ابن قیم نے منع کیا اور یہ اس کا وہ کلام شنیع ہے جس کے سبب علما نے اس کی تکفیر کی اور امام سبکی نے اس میں مستقل کتاب لکھی“

اقول قول تکفیر کی نفیس تقریر و عمدہ توجیہ مع جواب وجیہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے بتوفیق اللہ تعالیٰ اصل فتویٰ میں ذکر کی، یہاں اسی قدر کافی۔ مولیٰ تعالیٰ صدقہ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا، ان کی سچی محبت اور سچا ادب بخشے اور انہیں کی محبت و تعظیم اور ادب و تکریم پر دنیا سے اٹھائے اور اپنے کرم عمیم و فضل عظیم سے دنیا و آخرت میں ان کی زیارت سے مشرف و بہرہ مند فرمائے۔ آمین، آمین یا ارحم الراحمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمد و آلہ وصحبہ اجمعین۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم“ (۲۸)

اس گراں قدر تحقیق پر جان نچھاور کرنے کو جی چاہتا ہے، اس طویل اقتباس کے پڑھنے کے باوجود مجھے امید ہے کہ قارئین کو گرانی محسوس نہ ہوئی ہوگی، امام احمد رضا کی تحقیقات انیقہ اور ان کا اسلوب بیان ایک آبشار کی مانند ہے کہ جسے دیکھ کر یقین ہے کہ علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ کی

روح داد دیے بغیر نہ رہے گی۔ درج بالا فتویٰ میں امام احمد رضا نے کس دل نشیں انداز میں مستند ومعتمد حوالہ جات کے ذریعہ اپنی بات کو مسلم الثبوت بنا دیا اور زیارت روضۂ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہمیت وافضلیت کا ایک ایک گوشہ روشن ومنور ہو گیا۔

ذیل میں ہم امام احمد رضا قدس سرہ کی پیش کردہ ان احادیث وآثار کو ضمنی عناوین کے تحت مندرج کریں گے جن کا تعلق زیارت روضۂ انور سے ہے اور آپ نے ان اقوال کو، ان احادیث کو اپنی تصنیفات وفتاویٰ ورسائل میں بڑی خوب صورتی کے ساتھ موزوں انتخاب بنایا ہے۔

زیارت اور بوسۂ تبرکات

مدعیان اسلام میں ایک گروہ زیارت روضۂ انور اور مزار انور کے بوسہ پر کافی شبہات وایرادات پیش کرتا ہے اور زیارت وغیرہ کو اسلام مخالف عمل قرار دیتا ہے جب کہ روضۂ انور کی زیارت اور مزار انور اور منبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بوسہ یہ خود صحابہ کرام کا معمول تھا، وہ اس عمل محبوب کو بڑے شوق ووارفتگی سے انجام دیتے تھے اور اپنے نصیبے پر بڑا فخر محسوس کرتے تھے۔

امام احمد رضا قدس سرہ اپنے رسالہ ''ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال'' میں یہ حدیث پاک نقل فرماتے ہیں، جسے قاضی عیاض نے شفا شریف جلد دوم ص:۷۱ پر نقل فرمایا ہے:

''حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روضۂ انور کے پاس حاضر ہو کر سلام عرض کرتے، میں نے ان کا یہ طریقہ سیکڑوں بار دیکھا، روضۂ انور کے پاس حاضر ہو کر یوں سلام پیش کرتے: السلام علیٰ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور السلام علیٰ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر واپس جاتے۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ آپ اپنے ہاتھوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر اقدس پر حضور کے تشریف فرما ہونے کے مقام پر رکھتے اور اپنے چہرے پر پھیر لیتے۔''

روضۂ اقدس کی زیارت اور مزار انور کے بوسہ سے متعلق امام احمد رضا ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''عالم مدینہ علامہ سید نور الدین سمہودی قدس سرہ خلاصۃ الوفا شریف میں جدار مزار انور کے لمس وتقبل وطواف سے ممانعت کے اقوال نقل کر کے فرماتے ہیں:

''کتاب العلل والسوالات بعبد الله بن احمد بن حنبل'' میں ہے:

سالت ابی عن الرجل یمس منبر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یتبرک ویمسه ویقبله ویفعل بالقبر مثل ذلک رجاء ثواب الله تعالیٰ فقال: لاباس به۔ یعنی امام احمد بن حنبل کے صاحب زادے فرماتے ہیں، میں نے باپ سے پوچھا کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر کو چھوئے اور بوسہ دے اور ثواب الٰہی کی امید پر ایسا ہی قبر شریف کے ساتھ کرے، فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ متعدد ائمہ وعلما کے اقوال نقل فرمانے کے بعد مزید لکھتے ہیں:

''علامہ شیخ عبد القادر فاکہی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب مستطاب ''حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل'' میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: یعنی خلوت میں جہاں اس کا اندیشہ نہ ہو کہ کسی جاہل کا وہم اس کے سبب کسی ناجائز شرعی کی طرف جائے گا، ایسے وقت بارگاہ اقدس کی مٹی اور آستانے پر اپنا منہ اور رخسارہ اور داڑھی رگڑنا مستحب و مستحسن ہے جس میں کوئی حرج معلوم نہیں۔ مگر اس کے لیے جس کی نیت اچھی ہو اور افراط شوق اور غلبہ محبت اسے اس پر نیز باعث ہو'' (۲۹)

لیکن اس عمل کے لیے حد درجہ احتیاط لازم ہے کہ ذرہ بھر بے ادبی گستاخی نہ ہو، زیارت روضۂ انور کے آداب واصول میں ان شاء اللہ عزوجل ان امور پر قدرے تفصیلی گفتگو ہوگی۔

روضۂ انور کی زیارت شفاعت کا اہم ذریعہ ہے

امام احمد رضا اپنے مؤقر رسالہ ''النیرۃ الوضیۃ'' میں یہ حدیث مبارکہ درج فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو میری زیارت کو آیا کہ اسے سوا زیارت کے کچھ کام نہ تھا، مجھ پر حق ہو گیا کہ روز قیامت اس کا شفیع ہوں۔'' (۳۰)

اس حدیث پاک کے بارے میں امام احمد رضا اسی مذکورہ رسالہ کے حاشیہ میں فائدہ جلیلہ کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس کو طبرانی نے کبیر اور دار قطنی نے امالی میں، ابوبکر مقری نے معجم میں، حافظ سلفی، ابن عساکر، ابونعیم، حافظ ابوعلی اور سعید بن سکن بغدادی نے سنن اور صحاح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے مزید تحریر فرمایا کہ امام ابن السکن اشارہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی صحت پر ائمہ حدیث کا اجماع ہے (۳۱)

اسی رسالہ میں ایک اور حدیث مبارکہ ذکر فرماتے ہیں ''امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

''جس نے میری قبر کی زیارت کی، یا فرمایا: جس نے میری زیارت کی، میں اس کے لیے شفیع اور گواہ ہوں گا، اور جو حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا و تعظیما میں سے کسی ایک میں انتقال کرے، کل روز قیامت اللہ تعالیٰ اس کو امن والوں میں اٹھائے گا''

متذکرہ بالا دونوں احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ روضہ انور کی زیارت سے حضور شافع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے حق میں گواہی دیں گے۔

روضۂ انور کی زیارت گویا حضور ہی کا دیدار پر انوار ہے

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث مبارکہ میں فرمایا کہ جس نے خواب کی حالت میں مجھے دیکھا عنقریب وہ بحالت بیداری میرے دیدار سے مشرف ہوگا، اسی طرح دوسری حدیث پاک میں آیا کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا یقیناً اس نے مجھ ہی کو دیکھا اس لیے کہ شیطان میری صورت نہیں اختیار کرسکتا، اگر چہ اللہ عزوجل نے شیطان کو قدرت دی ہے کہ وہ جو صورت چاہے بنا سکتا ہے مگر اسے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ میں آنے کی

قدرت نہیں دی گئی۔ اس لیے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مظہر حق و ہدایت ہے اور شیطان سراپا گمراہی وضلالت اور ہدایت وضلالت ایک دوسرے کی ضد ہیں، ایک جگہ ان کا اجتماع نہیں ہوسکتا۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے یوں فرمایا:

محمد مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

امام احمد رضا قادری کا مقام عشق تو بہت بلند ہے کہ انہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف بحالت بیداری حاصل ہوا، ایک عاشق رسول کے لیے اس سے بڑھ کر اور کون سی چیز کا حصول ہے، بلاشبہ جلوہ جہاں آرا کی دید عشق کی معراج ہے، جس کا عشق صادق ہوا سے یقیناً یہ بیش قیمت دولت حاصل ہوجاتی ہے، وہ رخ مصطفیٰ کے جمالیات کے دیدار و زیارت میں مگن ہو جاتا ہے، اب دنیا اس کی نظر میں بے وقعت معلوم پڑتی ہے اور دنیا کی تمام زیبائش اسے بے حیثیت نظر آتی ہے۔ عنوان باب سے متعلق امام احمد رضا قادری قدس سرہ یہ حدیث پاک ذکر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس نے حج بیت اللہ کے بعد میرے روضۂ انور کی زیارت کی گویا اس نے میری حیات مقدسہ میں میری زیارت کا شرف حاصل کیا" دوسری حدیث پاک میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے میرے وصال اقدس کے بعد میرے روضہ انور کی زیارت کی گویا اس نے میری حیاتِ مبارکہ میں میری زیارت کی، اور روز قیامت میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا" (۳۲)

ثواب کی نیت سے زیارت روضۂ انور باعث شفاعت ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو طلب ثواب کی نیت سے مدینے آکر میری زیارت کرے میں اس کے لیے قیامت کے دن گواہ اور شفیع ہوں گا''

امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں، اسے ابن ابی الدنیا، بیہقی اور ابو الفرج ابن جوزی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے(۳۳)

گزشتہ صفحات میں افادۂ رضویہ کے تحت گزرا کہ جن چیزوں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے وعدہ شفاعت فرمایا گیا وہ سب بحمدہ تعالیٰ حسن خاتمہ کی بشارت جمیلہ ہیں، ایک مرد مومن کے لیے اس سے بڑھ کر خوش بختی اور کیا ہو سکتی ہے۔

روضۂ انور کے زائر کے لیے مزید انعامات

حدیث صحیح میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی''

امام احمد رضا قدس سرہ اس حدیث پاک کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اسے ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور ابن ابی الدنیا، طبرانی، محاملی، بزار، عقیلی، ابن عدی دار قطنی، بیہقی، ابو الشیخ، ابن عساکر، ابو طاہر سلفی، اور عبد الحق نے احکامین میں اور ذہبی اور ابن جوزی سب نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور عبد الحق نے اسے صحیح کہا اور ذہبی نے اس کی تحسین کی۔

اقول: تحسین کے بعد اس کی صحت میں کثرت طرق کی بنا پر شک نہ رہا۔(۳۴)

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو مکہ جا کر حج کرے پھر میرے قصد سے میری مسجد میں حاضر ہو، اس کے لیے دو حج مبرور لکھے جائیں''

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

''حج مبرور کی جزا سوائے جنت کے کچھ نہیں''

امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ العزیز اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اسے امام مالک، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، اصبہانی اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے اور احمد نے عامر بن ربیعہ سے اور جابر بن عبداللہ سے، اور طبرانی نے معجم کبیر میں ابن عباس سے اور احمد، ترمذی، نسائی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا، ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا''

قلت: میں کہتا ہوں یہ متعدد وجوہ سے مروی ہے۔''(۳۵)

حج کے ساتھ زیارت نہ کرنا ظلم ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا''

دوسری حدیث پاک میں ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو امتی میرا قدرت رکھتا ہو، پھر میری زیارت نہ کرے، اس کے لیے کوئی عذر نہیں''

امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں:

''اسے ابن نجار نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا''(۳۶)

امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کی مندرجہ بالا مدلل تحقیقات کے بعد اب کوئی بھی قاری کسی قسم کی الجھن کا شکار نہ ہوگا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ انور کی زیارت اور اس کے فیوض و برکات، اعزازت و انعامات آفتاب نیم روز کی طرح روشن و تاباں ہو کر سامنے آگئے، اور اس زیارت کی مخالفت کرنے والوں یا قدرت کے باوجود زیارت نہ کرنے والے کی

شناعت و بدبختی اور وعیدات کے اثرات بھی واضح ہو گئے۔

زیارت کے احکام و آداب

۳ رشوال المکرّم ۱۳۲۹ھ کو جناب حضرت سید محمد احسن صاحب بریلوی نے امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ العزیز کو بتایا کہ ۱۰ رشوال کو میرا ارادۂ حج ہے، بہت لوگ جاتے ہیں، اس لیے حج اور زیارت سے متعلقہ اہم اور بنیادی مسائل پر مشتمل کوئی کتابچہ چھاپ دیا جائے، امام احمد رضا نے بعجلت تمام ایک مختصر رسالہ" انوار البشارة فی مسائل الحج والزیارة (۱۳۳۹ھ) تصنیف فرمایا اور آسان اردو زبان میں زیارت اور حج سے متعلق چیدہ چیدہ مسائل کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان فرمایا، اسی رسالہ کے اخیر صفحات میں سرکار اعظم مدینہ طیبہ حضور اکرم حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حاضری سے متعلق گفتگو فرمائی اور زیارت روضۂ انور کے احکام وآداب میں چالیس امور کی وضاحت کی، جس میں کے اٹھائیس جو خاص زیارت کے اصول وآداب سے تعلق رکھتے ہیں مندرجہ ذیل سطور میں بیان کیے جارہے ہیں، بلاشبہ یہ احکام وآداب زائر روضۂ انور کے لیے بڑے اہم، گراں قدر اور بنیادی ہیں، ہر کسی پر ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے تاکہ حاضری سرکار مدینہ کے ثمرات و برکات بدرجہ اتم حاصل ہوسکیں اور جناب رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کسی قسم کی کوئی بے ادبی نہ ہو، امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ العزیز ارقام فرماتے ہیں:

(۱) زیارت اقدس قریب بواجب ہے، بہت لوگ دوست بن کر طرح طرح ڈراتے ہیں، راہ میں خطرہ ہے، وہاں بیماری ہے، خبردار! کسی کی نہ سنو اور ہرگز محرومی کا داغ لے کر نہ پلٹو، جان ایک دن جانی ضرور ہے، اس سے کیا بہتر کہ ان کی راہ میں جائے، اور تجربہ ہے کہ جو ان کا دامن تھام لیتا ہے، اسے اپنے سایہ میں بآرام لے جاتے ہیں، کیل کا کھٹکا نہیں ہوتا، والحمدللہ۔

(۲) حاضری میں خاص زیارت اقدس کی نیت کرو، یہاں تک کہ امام ابن الہمام فرماتے ہیں، اس بار مسجد شریف کی بھی نیت نہ کرے۔

(۳) راستہ بھر درود و ذکر شریف میں ڈوب جاؤ۔

(۴) جب حرم مدینہ نظر آئے، بہتر یہ ہے کہ پیادہ ہولو، روتے، سر جھکاتے، آنکھیں نیچی کیے اور ہو سکے تو ننگے پاؤں چلو، بلکہ

جاے سراست ایں کہ تو پامی نہی
پاے نہ بینی کہ کجا می نہی
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

(۵) جب قبہ انور پر نگاہ پڑے، درود و سلام کی کثرت کرو۔

(۶) جب شہر اقدس تک پہنچو، جلال و جمال محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں غرق ہو جاؤ۔

(۷) حاضری مسجد سے پہلے تمام ضروریات، جن کا لگاؤ دل بٹنے کا باعث ہو نہایت جلد فارغ ہو، ان کے سوا کسی بے کار بات میں مشغول نہ ہو، معاً وضو اور مسواک کرو اور غسل بہتر، سفید و پاکیزہ کپڑے پہنو اور نئے بہتر، سرمہ اور خوشبو لگاؤ اور مشک افضل ہے۔

(۸) اب فوراً آستانۂ اقدس کی طرف نہایت خشوع و خضوع سے متوجہ ہو، رونا نہ آئے تو رونے کا منہ بناؤ اور دل کو بزور رونے پر لاؤ اور اپنی سنگ دلی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف التجا کرو۔

(۹) جب در مسجد پر حاضر ہو، صلاۃ و سلام عرض کر کے تھوڑا ٹھہرو، جیسے سرکار سے حاضری کی اجازت مانگتی ہو، بسم اللہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے رکھ کر ہمہ تن ادب ہو کر داخل ہو۔

(۱۰) اس وقت جو ادب و تعظیم فرض ہے ہر مسلمان کا دل جانتا ہے، آنکھوں، کان، زبان، ہاتھ، پاؤ، دل سب خیال غیر سے پاک کرو، مسجد اقدس کے نقش و نگار نہ دیکھو۔

(۱۱) اگر کوئی ایسا سامنے آجائے جس سے سلام کلام ضرور ہو تو جہاں تک بنے کترا جاؤ، ورنہ ضرورت سے زیادہ نہ بڑھو، پھر بھی دل سرکار ہی کی طرف ہو۔

(۱۲) ہرگز ہرگز مسجد اقدس میں کوئی حرف چلا کر نہ نکلے۔

(۱۳) یقین جانو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچی، حقیقی، دنیاوی، جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے، ان کی اور تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت صرف وعدۂ خدا کو ایک آن کے لیے تھی، ان کا انتقال صرف نظر عوام سے چھپ جانا ہے۔

امام محمد بن الحاج مکی ''مدخل'' اور امام احمد قسطلانی ''مواہب لدنیہ'' اور ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں:

''لا فرق بین موته وحیاته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم ونیاتهم وعزائمهم وخواطرهم وذلک عنده جلی لا خفاء به''

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ووفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں اور ان کی نیتوں، ان کے ارادوں، ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔

امام رحمہ اللہ تلمیذ امام محقق ابن الہمام منسک متوسط اور علی قاری مکی اس کی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں:

''انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عالم بحضورک وقیامک وسلامک ای بجمیع احوالک وافعالک وارتحالک ومقامک''

بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے تمام احوال، افعال وکوچ ومقام سے آگاہ ہیں۔

(۱۴) اب کمال ادب میں ڈوبے ہوئے، گردن جھکائے، آنکھیں نیچی کیے، لرزتے، کانپتے، گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوئے، حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عفو کرم کی امید رکھتے حضور والا کی پائین یعنی مشرق کی طرف سے مواجہ عالیہ میں حاضر ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزار انور میں بقبلہ جلوہ فرما ہیں، اس سمت سے حاضر ہو کر حضور کی نگاہ بے کس پناہ تمہاری طرف ہوگی اور یہ بات تمہارے لیے دونوں جہان میں کافی ہے والحمد للہ۔

(۱۵) اب کمال ادب وہیبت وخوف وامید کے ساتھ زیر قندیل اس چاندی کی کیل کے جو حجرہ مطہرہ کے جنوبی دیوار میں چہرہ انور کے مقابل لگی ہے، کم ازم چار ہاتھ کے فاصلہ سے قبلہ کو پیٹھ اور مزار انور کو منہ کر کے نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو۔

لباب وشرح لباب واختیار شرح مختار، فتاوائے عالم گیری وغیرہا معتمد کتابوں میں اس ادب کی تصریح فرمائی کہ: یقف کمایقف فی الصلوٰۃ، حضور کے سامنے ایسا کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ یہ عبارت عالم گیری (ج ا ص ۲۶۵) واختیار کی ہے، اور لباب میں فرمایا:

واضعاً یمینه علیٰ شماله، دست بستہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑا ہو۔

(۱۶) خبردار! جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے، بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ ہو، یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا، اپنے مواجہ اقدس میں جگہ بخشی، ان کی نگاہ کریم اگر چہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی، اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے۔

(۱۷) الحمدللہ اب کہ دل کی طرح تمہارا منہ بھی اس پاک جالی کی طرف ہے، جو اللہ عزوجل کے محبوب عظیم الشان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرام گاہ ہے، نہایت ادب ووقار کے ساتھ بآواز حزیں وصورت درد آگیں ودل شرم ناک وجگر چاک چاک، معتدل آواز سے، نہ بلند وسخت (کہ ان کے حضور آوز بلند کرنے سے عمل اکارت ہو جاتے ہیں) نہ نہایت نرم وپست (کہ سنت کے خلاف ہے، اگر چہ وہ تمہارے دلوں کے خطروں تک سے آگاہ ہیں جیسا کہ ابھی تصریحات ائمہ سے گزرا) مجرا وتسلیم بجالاؤ اور عرض کرو:

السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته، السلام علیک یارسول الله، السلام علیک یا خیر خلق الله، السلام علیک یاشفیع المذنبین، السلام علیک وعلیٰ آلک واصحابک اجمعین.

(۱۸) جہاں تک ممکن ہو اور زبان یاوری دے اور ملال وکسل نہ ہو، صلاۃ وسلام کی کثرت کرو یا حضور سے اپنے لیے اور اپنے ماں، باپ، پیر، استاد، اولاد، عزیزوں، دوستوں اور

سب مسلمانوں کے لیے شفاعت مانگو۔ بار بار عرض کرو، اسئلک الشفاعة یارسول الله (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، (اے اللہ کے رسول! آپ سے شفاعت کا سوالی ہوں)

(۱۹)　پھر اگر کسی نے عرض سلام کی وصیت کی، بجالاؤ، شرعاً اس کا حکم ہے۔

اور یہ فقیر ذلیل ان مسلمانوں کو جو اس رسالہ کو دیکھیں وصیت کرتا ہے کہ جب انہیں حاضری بارگاہ نصیب ہو، فقیر کی زندگی میں یا بعد کم از کم تین بار مواجہہ اقدس میں ضرور یہ الفاظ عرض کرکے اس نالائق ننگ خلائق پر احسان فرمائیں، اللہ ان کو دونوں جہان میں جزا بخشے، آمین:

الصلوٰة والسلام علیک یا رسول الله وعلیٰ آلک وذریتک فی کل آن ولحظة عدد کل ذرة الف الف مرة من عبیدک احمد رضا ابن نقی علی، یسألک الشفاعة فاشفع له وللمسلمین،

(ترجمہ: اے اللہ کے رسول! آپ پر صلاۃ وسلام ہو، آپ کی آل وذریت پر بھی، ہر ذرہ کے برابر، لاکھوں مرتبہ آپ کے غلام احمد رضا ابن نقی علی پر، اور وہ آپ سے شفاعت کا خواست گار ہے اس کی اور تمام مسلمانوں کی شفاعت فرمایئے)۔

(۲۰)　پھر اپنے داہنے ہاتھ یعنی مشرق کی طرف ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرۂ نورانی کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرو:

السلام علیک یا خلیفة رسول الله ، السلام علیک یا صاحب رسول الله فی الغار ورحمة الله وبرکاته.

(۲۱)　پھر اتنا ہی اور ہٹ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روبرو کھڑے ہو کر عرض کرو:

السلام علیک یا امیر المومنین، السلام علیک یا متمم الاربعین، السلام علیک یا عز الاسلام والمسلمین ورحمة الله وبرکاته.

(۲۲)　پھر بالشت بھر مغرب کی طرف پلٹو اور صدیق وفاروق کے درمیان کھڑے ہو کر عرض کرو:

السلام علیکما یا خلیفتی رسول اللہ، السلام علیکما یا وزیری رسول اللہ ، السلام علیکما یا ضجیعی رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اسئلکما الشفاعۃ عندرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیکما وبارک وسلم.

(۲۳) روضۂ انور پر نظر بھی عبادت ہے جیسے کعبہ معظّمہ یا قرآن مجید کا دیکھنا، تو ادب کے ساتھ اس کی کثرت کرو اور درود وسلام عرض کرو۔

(۲۴) پنج گانہ یا کم ازکم صبح وشام مواجہہ شریف میں عرض سلام کے لیے حاضر ہو۔

(۲۵) شہر میں یا شہر سے باہر جہاں کہیں گنبد مبارک پر نظر پڑے فوراً دست بستہ ادھر منہ کر کے صلاۃ وسلام عرض کرو، بغیر اس کے ہرگز نہ گزرو کہ خلاف ادب ہے۔

(۲۶) قبر کریم کو ہرگز پیٹھ نہ کرو اور حتی الامکان نماز میں بھی ایسی جگہ کھڑے ہو کر کہ پیٹھ کرنی نہ پڑے۔

(۲۷) روضۂ انور کا نہ طواف کرو، نہ سجدہ، نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔

(۲۸) وقت رخصت مواجہہ انور میں حاضر ہو اور حضور سے بار بار اس نعمت کی عطا کا سوال کرو اور سچے دل سے دعا کرو کہ الٰہی ! ایمان وسنت پر مدینہ طیبہ میں مرنا اور بقیع پاک میں دفن ہونا نصیب ہو۔ اللھم ارزقنا، آمین آمین یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد والہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین والحمد للہ رب العٰلمین'' (۳۷)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں ایک مرد مومن کے لیے آپ کا جو ادب لازم تھا، بعد وصال بھی اسی کمال ادب کو زیارت روضۂ انور کا لازمہ بنایا گیا کہ وہاں سستی ، بے احتیاطی، چلا کر باتیں کرنا، پاؤں پٹخ کر چلنا یہ سب بے ادبی کے اشاریے ہیں، اس لیے ان متذکرہ بالا اصول پر سختی کے ساتھ عمل کرنا ناگزیر ہے، امام احمد رضا قدس سرہ ارقام فرماتے ہیں:

بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ ست

سجدہ گاہ ملک وروضۂ شاہنشاہ ست
دشت گرد وپیش طیبہ کا ادب
مکہ ساتھا یا سوا پھر تجھ کو کیا
اللہ اکبر! اپنے قدم اور یہ خاک پاک
حسرت ملائکہ کوجہاں وضع سر کی ہے
ہاں ہاں رہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم وسر کی ہے

امام احمد رضا حرم کی زمین پر

گزشتہ اوراق میں آپ نے پڑھا کہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے اپنے پہلے سفر حج (۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء) کے موقع پر امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح قدس سرہ کی منظوم عربی کتاب کی شرح فرمائی تھی، امام احمد رضا کی اپنے والدین کریمین کے ہمراہ زیارت حرمین طیبین کے لیے یہ پہلی حاضری تھی، حضرت مولانا بدالدین احمد رضوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت نے پہلی بار ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں اپنے والدین کریمین کے ہمراہ فریضہ حج ادا فرمایا، ایک دن آپ نے مقام ابراہیم میں نماز پڑھی، امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمال اللیل نے جب آپ کا چہرۂ انور دیکھا تو بغیر کسی جان پہچان کے آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے دولت خانے پر لائے اور بہت دیر تک آپ کی پیشانی مقدس پر نگاہ جمائے رہے پھر انھوں نے فرمایا: انی لاجد نور اللہ فی ھذا الجبین ''یعنی بے شک میں اس پیشانی میں اللہ کا نور دیکھ رہا ہوں، بعدہ صحاح ستہ اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت اپنے مبارک ہاتھوں سے لکھ کر آپ کو عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا: کہ اسمک ضیاء الدین احمد تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔ (۳۸)

اسی ملاقات میں انھوں نے اعلیٰ حضرت سے اپنی کتاب الجوہرۃ المضیۃ کی شرح لکھنے کی فرمائش کی تھی اور آپ نے صرف دو روز میں شرح تحریر فرمادی اور اس کا تاریخی نام ''النیرۃ الوضیۃ فی

شرح الجوہرۃ المضیۃ'' رکھا، بعد میں اس پر تعلیقات وحواشی بھی تحریر فرمائے۔

مولانا رحمان علی نے تذکرہ علمائے ہند میں اس بات کو یوں واضح کیا ہے:

''۱۲۹۶ھ/۷-۱۸۷۸ء میں پہلی بار بیت اللہ کے لیے والد ماجد کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ قیام مکہ معظمہ کے دوران شافعی عالم حسین بن صالح جمال اللیل ان سے بے حد متاثر ہوئے اور تحسین وتکریم کی، موصوف نے اپنی تالیف ''الجوہرۃ المضیۃ'' کی عربی شرح لکھنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں نے صرف دو روز میں اس کی شرح تحریر فرمادی اور اس کا تاریخی نام'' النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوہرۃ المضیۃ (۱۳۰۸ھ) تجویز کیا''۔(۳۹)

ان کے علاوہ شیخ الاسلام شیخ احمد زین بن دحلان مکی نے حدیث کی سند مرحمت فرمائی اور سماحۃ الشیخ عبدالرحمٰن سراج مکی مفتی احناف نے فقہ کی اجازت وسند سے سرفراز فرمایا، ان تین علمی وروحانی تاجداروں نے امام احمد رضا کو حدیث وفقہ وسلاسل طریقت کی سند واجازت سے نوازا، ان اسناد واجازات کو فقط کاغذی نہ سمجھا جائے بلکہ حرم کی سرزمین پر اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں امام کے مقرب ومقبول ہونے کے یہ سب اشاریے تھے، جوں جوں ان کی علمی عبقریت کا شہرہ بلاد اسلامیہ میں پھیلتا گیا امام احمد رضا کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا رہا، جو بھی آپ کی تحریریں پڑھتا، آپ کی علمی جلالت کا اعتراف کیے بغیر نہ رہتا۔

امام احمد رضا مدینہ منورہ میں

اس سال ادائے فریضۂ حج سے فارغ ہوکر امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ مدینہ منورہ میں حاضری دی، یہ وہی دیار ہے جس کے دیدار وزیارت سے متعلق امام احمد رضا یوں خامہ فرسا ہیں، پڑھیں اور مدینہ منورہ اور روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کی حقیقی وابستگی کا رنگ وآہنگ ملاحظہ کریں:

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو — کعبہ تو دیکھ چکے، کعبے کا کعبہ دیکھو
رکن شامی سے مٹی وحشت شام غربت — اب مدینے کو چلو صبح دل آرا دیکھو

آب زمزم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں — آؤ جود شہ کوثر کا بھی دریا دیکھو
زیر میزاب ملے خوب کرم کے چھینٹے — ابر رحمت کا یہاں زور برسنا دیکھو
دھوم دیکھی ہے در کعبہ پہ بے تابوں کی — ان کے مشتاقوں میں حسرت کا تڑپنا دیکھو
مثل پروانہ پھرا کرتے ہیں جس شمع کے گرد — اپنی اس شمع کو پروانہ یہاں کا دیکھو
خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ — قصرِ محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو
بے نیازی سے وہاں کانپتی پائی طاعت — جوش رحمت پہ یہاں ناز گنہ کا دیکھو
جمعہ مکہ تھا عید اہل عبادت کے لیے — مجرمو! آؤ یہاں عید دو شنبہ دیکھو
غور سے سن تو رضاؔ کعبے سے آتی ہے صدا — میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

عشق وولا میں مست و بے خود ہو کر مزید گویا ہیں:

ان کے طفیل حج بھی خدا نے کرادیے — اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے
کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا — پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے
عشاق روضہ سجدہ میں سوے حرم جھکے — اللہ جانتا ہے کہ نیت کدھر کی ہے
کعبہ دلہن ہے تربت انور نئی دلہن — یہ رشک آفتاب وہ غیرت قمر کی ہے
آ کچھ سنادے عشق کے بولوں میں اے رضاؔ — مشتاق، طبع، لذتِ سوزِ جگر کی ہے

جبھی تو عنایات خسروانہ نے امام کی شخصیت کو، ان کے افکار کو ایک صاف وشفاف آئینہ بنادیا، ان کے عشق کو رعنائی کی دولت بے بہا نصیب ہوئی، ان کے فکر وفن کو بلندی کمال کا گراں قدر اعزاز ملا، دیار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بلاشبہہ امام احمد رضا پر نوازشات کی بارش ہوئی، ابر رحمت جھوم جھوم کر برسا، ان کی عبقریت میں چار چاند لگ گیا۔ بالآخر امام احمد رضا کو بادل نخواستہ اس در کی جدائی سہنی پڑی اور آپ نے اپنے وطن ہندوستان مراجعت فرمائی، واپسی میں اس بحری جہاز کو تین دن بھیانک طوفان کا سامنا رہا، اس مقام پر قول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر امام احمد رضا کا یقین واعتماد دل میں رکھنے سے تعلق رکھتا ہے، اس منظر کو امام کی زبان ہی میں ملاحظہ کریں:

"پہلی بار کی حاضری حضرات والدین ماجدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے ہم راہ رکاب تھی، اس

وقت مجھے تیسواں سال تھا، واپسی میں تین دن طوفان شدید رہا تھا، اس کی تفصیل میں بہت طول ہے، لوگوں نے کفن پہن لیے تھے، حضرت والدہ ماجدہ کا اضطراب دیکھ کر ان کی تسکین کے لیے بے ساختہ میری زبان سے نکلا کہ آپ اطمینان رکھیں، خدا کی قسم یہ جہاز نہ ڈوبے گا، یہ قسم میں نے حدیث ہی کے اطمینان پر کھائی تھی، جس میں کشتی پر سوار ہوتے وقت غرق سے حفاظت کی دعا ارشاد ہوئی ہے، میں نے وہ دعا پڑھ لی تھی، لہٰذا حدیث کے وعدۂ صادقہ پر مطمئن تھا" (۴۰)

اللہ عزوجل کے فضل سے تین دن سے چلنے والی ہوا رک گئی، طوفان تھم گیا اور جہاز نے نجات پائی، اس طرح ایک عاشق صادق طوفانوں سے مقابلہ کرتا بخیر و عافیت اپنے گھر پہونچ گیا۔

امام احمد رضا کا دوسرا سفر حج

پہلی بار کی حاضری میں علمائے عرب کا اچھا خاصا گروہ آپ سے متعارف ہو چکا تھا، حرمین مقدس کی آپ کی دوسری بار حاضری ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء میں غیر متوقع طور پر ہوئی، جس کی تفصیل الملفوظ حصہ دوم اور سوانح اعلیٰ حضرت میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

مولانا محمود احمد نے تذکرہ علمائے اہل سنت میں لکھا ہے:

"۱۳۲۳ھ میں دوسری بار حاضری دی، یہ حاضری بہت شان سے ہوئی، دیار عرب کے علما و مشائخ نے آپ سے استفادہ کیا، اجازت و خلافت حاصل کیں اور آپ کے علمی تبحر کا اعلان کیا" (۴۱)

اس سفر میں آپ کے ساتھ آپ کے برادر خرد مولانا محمد رضا اور بڑے صاحب زادے حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا صاحب مع متعلقین ہم رکاب تھے، اس مقدس سرزمین پر امام احمد رضا کا تاریخی استقبال کیا گیا، آپ پر نوازشات ربانیہ کی بارش ہوئی، افادہ و استفادہ کا سلسلہ تا دم قیام جاری رہا، حجۃ الاسلام علامہ شاہ محمد حامد رضا قدس سرہ کا آنکھوں دیکھا حال بشکل تحریر ملاحظہ کریں:

"اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین میں آپ کی مقبولیت رکھ دی، گویا مکہ مکرمہ میں کارکنان قضا و قدر سے ندا کروا دی گئی کہ اے اہل صفا! جلدی چلو، مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غلام آیا ہوا ہے، تو ہم نے وہاں کے علمائے کرام کو آپ کی جانب تیز تیز آتے اور اکابر علما کو آپ کی تعظیم و توقیر میں جلدی

کرتے دیکھا، بعض آپ کے علمی انوار حاصل کرنے کے لیے آئے، بعض صرف برکت ملاقات کی غرض سے پہنچے، کسی نے آکر مسئلہ پوچھا اور فتویٰ طلب کیا، کسی بزرگ نے اپنا لکھا ہوا فتویٰ دکھایا (اور تقریظ وتصدیق چاہی) یہاں تک کہ باعزت لوگوں، ممتاز شخصیتوں نے آپ سے برکت اجازت چاہی اور بڑی شان والے اکابر بیعت طریقت میں داخل ہوئے'' (۴۲)

حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین ۱۳۲۴ھ، الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ ۱۳۲۳ھ، اور کفل الفقیہ الفاھم باحکام قرطاس الدراھم ۱۳۲۴ھ وغیرہ اہم اور مستند ومعروف تحقیقی رسالے اسی سفر کے عظیم شاہ کار ہیں، جن کے مطالعہ سے امام کی علمی عبقریت، استحضار ذہنی اور کمال فقاہت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، دوران قیام امام احمد رضا نے بے شمار مجالس علمیہ میں حصہ لیا، یہ مجالس علم وفضل حرمین شریفین کے مشہور ومعروف علما، فضلا اور فقہا کی جانب سے منعقد ہوئی تھیں، ان میں امام کو بلایا جاتا، ان کے ساتھ علمی مذاکرات ہوتے، مسائل فقہیہ وکلامیہ میں سنجیدہ مباحثہ ہوتا، لاینحل مسائل کے جوابات حاصل کیے جاتے اور آپ کی تحقیق و جواب کو قول فیصل مانا جاتا، انہیں مجالس علمیہ اور مقبولیت عامہ اور معجز بیان قلم کا تذکرہ جناب علی میاں ندوی نے یوں کیا: ترجمہ:

''کئی بار (صرف دوبار) حرمین شریفین کا سفر اور علمائے حجاز سے بعض مسائل فقہیہ وکلامیہ میں مذاکرہ بھی کیا، چند رسائل بھی لکھے اور علمائے حرمین کے سوالات کے جوابات بھی دیے، متون فقہیہ اور اختلافی مسائل پر ان کی ہمہ گیر معلومات، سرعت تحریر اور ذکاوت وذہانت کو دیکھ کر سب لوگ حیران وششدرہ رہ گئے'' (۴۳)

اس مبارک سفر میں امام کی غیر معمولی پذیرائی اور مقبولیت خدائے تعالیٰ کا خاص انعام تھا، مشاہیر علمائے حرم آپ سے اجازت طلبی کے مشتاق نظر آتے تھے، شیخ عبدالحی مکی، شیخ حسین جمال بن عبدالرحیم، شیخ صالح کمال، سید اسماعیل خلیل، سید مصطفیٰ خلیل، شیخ احمد خضراوی، شیخ عبدالقادر کروی، شیخ فرید اور سید محمد عمر وغیرہم اکابر علما ومشائخ کو اجازت سے مشرف فرمایا، ان اجازتوں سے امام احمد رضا قدس سرہ کے مقام ورتبہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حسام الحرمین کی تالیف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے ۱۳۲۰ھ میں ''المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد'' تحریر فرمائی اور اس میں مرزا غلام احمد قادیانی، مولوی قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی، خلیل احمد انبیٹھوی اور شید احمد گنگوہی کی تکفیر کا شرعی فیصلہ صادر فرمایا، مذکورہ فیصلہ اور شرعی حکم کوئی جلد بازی کا نہ تھا، بلکہ ہزار چھان پھٹک، خطوط کے ذریعہ سمجھانے بجھانے، آگاہ کرنے، سوالات منتخب کر کے ارسال کرنے کے بعد بھی جب انہوں نے ہوش کے ناخن نہ لیے اور کوئی خلاصہ نہ کیا تب جا کر امام احمد رضا نے ان کا شرعی حکم صادر فرمایا، ان کفریات کا سلسلہ ۱۲۹۰ھ سے شروع ہوا، جب کہ امام نے ان کی تکفیر کا شرعی فیصلہ ''المعتمد المستند'' کے اندر ۱۳۲۰ھ میں تحریر فرمایا، یہ پورے تیس سال کا عرصہ معمولی نہیں ہوتا، اتنی لمبی مدت تک امام احمد رضا نے اپنے قلم کو روکے رکھا، جب اتمام حجت ہوگئی، تب جا کے یہ تحریر سامنے آئی۔

امام نے اپنے دوسرے سفر حج میں اسی کتاب المعتمد المستند کا خلاصہ رسالۂ مبارکہ ''حسام الحرمین'' میں درج فرما کر علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا، اکابر علما نے ان کے اس فتویٰ پر نہایت دھوم دھام سے تصدیقات وتقریظات تحریر فرمائیں، مولانا بدرالدین احمد رضوی علیہ الرحمہ نے سوانح اعلیٰ حضرت میں ان علما کے اسمائے گرامی درج فرمائے ہیں جنہوں نے اپنی مہر ودستخط سے مجموعہ فتاویٰ حسام الحرمین کو مزین فرمایا، علمائے مکہ مکرمہ میں بیس اور علمائے مدینہ منورہ میں تیرہ یعنی کل ۳۳ رناموں کی تفصیل بیان کی ہے، تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیں، سوانح اعلیٰ حضرت، طبع ممبئی ص ر۲۳۰ / ۲۳۱۔ (۴۴)

الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے اسی سفر میں علمائے حرم کے سوال پر علم غیب کے موضوع پر ایک محققانہ رسالہ قلم بند فرمایا، یہ رسالہ ۲۶ اور ۲۷، ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء کو دو نشستوں میں ساڑھے آٹھ گھنٹے میں لکھا گیا، وہ بھی حالت مرض وسفر میں اور صد ہا حوالے جلوہ پائے، علم غیب کے

منکرین کی طرف سے سوال اٹھانے والے اکثر ہندوستانی ہیں، انہوں نے دوران سفر یہ سوال کیوں اٹھایا، اس کی وضاحت کرتے ہوئے خود امام احمد رضا فرماتے ہیں:

''انہوں نے جانا کہ میں مکہ معظمہ میں اپنی کتابوں سے جدا ہوں اور بیت اللہ کی زیارت میں مشغول ہوں اور اپنے مولیٰ ومحبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر کی جانب جانے کی جلدی ہے تو انہوں نے یہ سوال اس طمع پر کہ یہ جلدی اور اس دھیان میں دل کا لگا ہونا اور کتابیں پاس نہ ہونا مجھے اظہار جواب سے روک دے گا تو اس میں ان کی عید وخوشی ہو جائے گی'' (۴۵)

وجہ تالیف کے پس منظر کو اچھی طرح ذہن نشیں کرنے کے لیے حضرت شیخ اسماعیل بن خلیل (مدینہ منورہ) کی یہ تحریر بھی پڑھتے چلیں، وہ فرماتے ہیں، ترجمہ:

الشیخ العلامہ المجد دشیخ الاساتذہ علی الاطلاق المولوی الشیخ احمد رضا خاں جب ۱۳۲۳ھ میں حج بیت اللہ شریف کے لیے تشریف لائے تو بعض فاسقوں کی مدد سے چند بدنصیبوں نے اس وقت کے شریف مکہ کے وہاں ضرر پہنچانے کی کوشش کی اور ان کے ساتھ مکر کرنا چاہا، چنانچہ علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ان کے پاس سوال بھیجا اور گمان کیا کہ وہ جواب نہ دے سکیں گے، کیوں کہ سفر کی تیاری میں ہیں اور یہاں ان کے پاس کوئی کتاب بھی نہیں، مولانا نے اس سوال کا وہ جواب دیا جس نے ہر مسلمان کی آنکھ ٹھنڈی کردی اور کافر وفاسق وگمراہ وبے نور کو ذلیل وخوار کیا'' (۴۶)

امام احمد رضا قدس سرہ نے اس بے سروسامانی کے عالم میں بعجلت تمام صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں یہ کتاب تصنیف فرمائی اور مخالفین ومنکرین کے ذریعہ اٹھائے گئے سوالات کا عالمانہ مسکت جواب دیا اور علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ثبوت میں قرآنی آیات واحادیث نبویہ اور قوانین شریعت کے انبار لگا دیے، یہ کتاب شریف مکہ کے دربار میں پڑھی گئی، شریف مکہ نے کھلے دل سے امام کی تحقیق کو سراہا اور مخالفین کو ذلت وخواری ہی ہاتھ آئی، جب یہ کتاب علمائے حرمین کے سامنے پہنچی تو نہ صرف مصنف کی علمی عبقریت کا انہوں نے اعتراف کیا بلکہ سند کے بطور اس پر تقریظیں لکھیں، تحریری تصدیقات سے مزین کیا، تحقیق وثبوت کے لیے الدولۃ المکیۃ مطبوعہ ہندو پاک کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے، علمائے مکہ مکرمہ میں ۲۰ ر اور علمائے مدینہ ودیگر بلاد اسلامیہ میں ۵۹

اسمائے گرامی کا ثبوت ملتا ہے، جنھوں نے اپنی تصدیق یا تقریظ سے نوازا۔ (۴۷)

کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم

حالت سفر و مرض کے باوجود دو دن سے کم میں یہ رسالہ تصنیف کیا اور ۴۰/۱ ارحوالے قلم برداشتہ سپرد قلم کیے، امام احمد رضا قدس سرہ اس رسالے کی وجہ تالیف سے متعلق خود ارشاد فرماتے ہیں:

''انہیں دنوں میں مولانا عبد اللہ مرداد و مولانا حامد احمد محمد جداوی نے نوٹ کے بارے میں فقیر سے استفتا کیا تھا جس میں بارہ سوال تھے اور میں نے بکمال استعجال اس کے جواب میں رسالہ ''کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم'' تصنیف کیا تھا، وہ تبییض کے لیے حرم شریف کے کتب خانہ میں سید مصطفیٰ برادر مولانا سید اسماعیل کے پاس تھا کہ نہایت جمیل الخط ہیں'' (۴۸)

۴ر صفر المظفر ۱۳۲۴ھ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اس رسالہ کے مبیضہ کی تصحیح کے لیے کتب خانہ حرم میں پہنچے، تو دیکھا کہ ایک شاندار عالم بیٹھے رسالہ کفل الفقیہ کا مطالعہ کر رہے ہیں، جب وہ اس مقام پر پہنچے، جہاں اعلیٰ حضرت نے فتح القدیر سے یہ جزئیہ (لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ یعنی اگر کوئی شخص اپنے ایک کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپئے کو بیچے تو جائز ہے، مکروہ نہیں) نقل فرمایا ہے تو پھڑک اٹھے اور ران پر ہاتھ مار کر فرمایا: این جمال بن عبد اللہ من ھذا النص الصریح ''حضرت جمال بن عبد اللہ اس نص صریح سے کہاں غافل رہے، بقول امام احمد رضا ''زمانہ سابق میں جب میرے استاد الاستاد حضرت مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفتی حنفیہ تھے، ان سے نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا اور جواب تحریر فرمایا تھا کہ علم علما کی گردنوں میں امانت ہے، مجھے اس کے جزئیہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں'' (۴۹)

مذکورہ رسالہ فتاویٰ رضویہ مع ترجمہ و تخریج جلد ہفت دہم ۱۷ ص: ۳۹۵، مطبوعہ گجرات میں نہایت شاندار اردو ترجمہ (مترجم حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ) کے ساتھ شامل ہے اور کتابی شکل میں بھی ہند و پاک سے متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔

اس اہم کام نے بھی امام احمد رضا کو حرم کی سرزمین پر بے پناہ مقبولیت فراہم کی، ان کے علم، تحقیق، قوت استحضار، جودت طبع، فقہی کمال اور روحانی صلاحیتوں کا علمائے حرمین نے کھلے بندوں اعتراف کیا اور آپ کے حضور سراپا ادب بن کر جھکتے نظر آئے، اس سے بارگاہ خدا و جناب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں امام کی برگزیدگی مسلم دکھائی دیتی ہے، واللہ یختص برحمتہ من یشاء۔

مدینہ طیبہ کو روانگی

گزشتہ اوراق میں آپ نے امام احمد رضا قدس سرہ کے مدینہ منورہ کے تئیں ایمانی ارادتوں کا تذکرہ شعور کی آنکھوں سے پڑھ لیا، امام احمد رضا کا عشق صادق تھا، انہوں نے مدینہ کو کعبہ جاں کا درجہ دیا ہے اور مکہ مکرمہ کو کعبہ تن سے یاد فرمایا ہے، عاشق صادق کا مطلوب و مقصود حقیقی در حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حاضری اور روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے، دینی و علمی مصروفیات نے امام کو مکہ مکرمہ میں روکے رکھا تھا، ورنہ ان کا دل تو ہر وقت مدینہ کی گلیوں میں گھومتا دکھائی دیتا تھا، انتظار تو تھا مگر وقت ساتھ نہ دے رہا تھا، شوق تو تھا مگر حالات اجازت نہیں دے رہے تھے، بقول امام احمد رضا:

اے رضاؔ ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

۲۳؍صفر المظفر ۱۳۲۴ھ/۱۹؍اپریل ۱۹۰۶ء کو امام احمد رضا قدس سرہ کعبہ تن سے کعبہ جاں مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اور چھٹے دن مدینہ پہنچ کر مواجہہ اقدس میں حاضری دی، اس مقدس سفر کی پہلی رات کا تذکرہ (جو رات جنگل میں آئی اور صبح کے مثل روشن معلوم ہوتی تھی) امام نے اپنے ایک قصیدہ میں یوں کیا ہے:

وہ دیکھ جگمگاتی ہے شب اور قمر بھی
پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے

عالم بیداری میں زیارت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اگر جذبۂ عشق میں صداقت موجود ہو تو کعبۂ مقصود حاصل ہو ہی جاتا ہے، عشق صادق سے منزل کا پتہ ڈھونڈ لینا مشکل نہیں ہوتا، جب محبت وعشق میں کمال پیدا ہو جاتا ہے تو روئے سرکار کے جمال جہاں آرا کی زیارت ہو ہی جاتی ہے، نیت میں کوثر وتسنیم کی طہارت موجود ہو تو اس کا صلہ ضرور ملتا ہے، امام احمد رضا کے جذبۂ عشق میں بلاشبہہ صداقت تھی، ان کا عشق صادق تھا، ان کی محبت ووارفتگی میں کمال تھا، ان کی نیت میں پاکیزگی تھی، جبھی تو رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بحالت بیداری اس عاشق صادق کو اپنے جلوؤں کے دیدار کا حسین موقع فراہم کیا اور امام احمد رضا کی پاکیزہ گود میں دنیا کی سب سے عظیم دولت سمٹ کر آ گئی، یہ خوش بختی نہیں تو اور کیا ہے؟ اسے اعزاز کہتے ہیں، شوق دیدار موجیں مارتا ہے، امید کی گرہیں کھلتی ہیں، زباں پر درود شریف کے نغمات ہیں، دل کی آہ باب اجابت کو چھوتی ہے اور چشم سر سے امام کو زیارت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شرف مل جاتا ہے۔ تفصیل ماسبق میں گزر چکی ہے، یقیناً قارئین کے ذہن وفکر میں اس کے نقوش اب بھی تابندہ ہوں گے۔

امام احمد رضا اور علمائے مدینہ منورہ

ابھی امام احمد رضا مکہ مکرمہ میں ہی تھے کہ ان کے علم وفضل کی شعاعیں علمائے مدینہ کی چشم ودل کو ضو بار کر رہی تھیں، مکہ میں جس طرح امام عشق ومحبت اپنی شدید علالت ونقاہت کے باوصف حاضری مدینہ کو تڑپ رہے تھے، ادھر علمائے مدینہ کی شدت انتظار بھی کوئی کم نہ تھی، وہ بھی اس عالم جلیل اور عاشق صادق کی ملاقات وزیارت کے شدید مشتاق تھے، ان حضرات کو آپ کی تشریف آوری کا کافی انتظار تھا، مدینہ منورہ پہنچنے پر علمائے مدینہ نے آپ کی جو تکریم کی اور آپ کے لیے جس حسن عقیدت ومودت کا مظاہرہ کیا، وہ اپنی مثال آپ ہے، خود امام احمد رضا نے ان کی اس حسنِ عقیدت کو تسلیم کرتے ہوئے کہا:

''یہاں کے حضرات کرام کو حضرات مکہ مکرمہ سے زیادہ اپنے اوپر مہربان پایا، بحمد اللہ تعالیٰ اکتیس روز حاضری نصیب ہوئی، بارہویں شریف کی مجلس مبارک یہیں ہوئی، صبح سے عشا تک اسی

طرح علمائے عظام کا ہجوم رہتا'' (۵۱)

مدینہ منورہ میں امام احمد رضا کی بے پناہ مقبولیت اور غیر معمولی عقیدت کو کس انداز سے الفاظ کا پیرہن پہنایا جائے اور کن کن حوالوں کو درج کیا جائے، ملاقات و زیارت کرنے والوں میں وقت کے جید علما کے ساتھ مشائخ سلسلہ اور قاضیان وقت کا نام بھی آتا ہے، باشندگان مدینہ تو دل و جان سے اس عاشق صادق پر وارفتگی کا ثبوت پیش کرر ہے تھے، اس شہر مبارک میں امام کی مقبولیت وشہرت کا ایک خوب صورت نقشہ شیخ الدلائل حضرت مولانا کریم اللہ مہاجر مدینہ علیہ الرحمہ نے کھینچا ہے، فرماتے ہیں:

''میں سالہا سال سے مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوں، ہندوستان سے ہزار ہا انسان آتے ہیں، جن میں علما، صلحا، اتقیا بھی ہوتے ہیں، لیکن میری آنکھوں نے یہی دیکھا کہ وہ شہر مبارک کی گلیوں میں پھرتے رہتے ہیں اور کوئی توجہ دینے والا نہیں ہوتا، لیکن آپ (امام احمد رضا) کے اعزاز کا یہ حال ہے کہ عوام تو عوام، بڑے بڑے علما اور ارباب علم وفن، اصحاب عزت وعظمت آپ کی طرف چلے آرہے ہیں اور آپ کے اکرام وتعظیم میں سبقت کرتے ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہے عطا فرمائے'' (۵۲)

یہاں کے علمائے کرام نے بھی مکہ مکرمہ کے علما کی طرح امام احمد رضا سے سندیں اور اجازتیں لیں، آپ کی کتاب پر تصدیقات وتقریظات لکھیں، مبیضہ کی کئی نقلیں لیں، اجازت واسناد کا یہ سلسلہ تادم واپسی جاری رہا، کئی مقدمات بھی فیصل ہونے کے لیے آئے، مذاکرات ہوئے، فتاویٰ کی تصدیق چاہی گئی، مسائل کا حل مانگا گیا، اللہ کے فضل وکرم اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عنایت کی بدولت آپ نے بحسن وخوبی ان تمام امور کو انجام دیا اور ہر مقام پر کامیاب رہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے دیار رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں رہ کر اپنے عشق و وارفتگی کو خوب رنگ وروغن پہنچایا، عشق کی بنیادوں کو اور مستحکم کیا، انداز عشق میں نکھار پیدا کیا، اور خوب خوب دعائیں کیں، جبھی تو ان پر نوازشات ربانیہ اور عنایات نبویہ کی جم کر بارش ہوئی کہ ان کا وجود برکت ورحمت کا مجسم وجود بن گیا۔

امام احمد رضا کی وطن واپسی

مدینہ طیبہ میں امام احمد رضا کا قیام اکتیس روز رہا، روضۂ رسول کے علاوہ اور بھی حاضریاں ہوئیں، اخیر میں امام نے روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر نم آنکھوں سے اذن واپسی مانگا اور تڑپتا دل لے کر اپنے وطن ہندوستان واپس ہو گئے، آستانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہزاروں نعمتیں اور برکتیں آپ کے ہم رکاب تھیں، آپ پر انوار و عرفان کی بارش ہو رہی تھی، ایسا کیوں نہ ہوتا، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کو مقبولیت کی سند مل چکی تھی، آپ کا عشق کامل ہو چکا تھا، اور سب سے عظیم بات یہ کہ آپ کو عالم بیداری میں رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی گراں قدر دولت بے بہا مل چکی تھی، یہ دنیا کا سب سے بڑا، بیش قیمت اور تاریخی ایوارڈ ہے جو امام احمد رضا کو اس مقدس سرزمین پر دیا گیا، یہ وہ قیمتی تاج ہے جو امام احمد رضا کی مقدس پیشانی پر سجایا گیا، یہ کسی بیش قیمت انسان ہی کو تفویض کیا جاتا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے دوسرے سفر حج کی تفصیلی سرگزشت خود امام کے الفاظ میں الملفوظ حصہ دوم میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

کلام رضا اور ذکر مدینہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ ایک سچے محب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام ہے، جنھوں نے فخر دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق و وارفتگی کو اصل الاصول قرار دے کر اپنی حیات کا لمحہ لمحہ یاد محبوب میں قربان کر دیا، زندگی کی کوئی بھی ساعت ان کے ذکر و فکر سے غافل نہیں رہی، انہیں اپنے درد محبت پر بڑا ناز تھا، بے تابی شوق و جذبہ جنوں میں جبھی تو پکار اٹھتے ہیں:

جان ہے عشق مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

اس جذب و سرمستی پر جان قربان کرنے کو جی چاہتا ہے، کیا یہ ذوق فنائیت کہیں اور دیکھنے کو ملا؟ امام احمد رضا یوں گویاں ہیں:

حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضاؔ

لوٹ جاؤں پا کے وہ دامان عالی ہاتھ میں

عشق ومحبت کی حرارت نے امام احمد رضا کے قلب وجگر کو ایک صاف وشفاف آئینہ بنادیا کہ وہ خود عظمت مصطفیٰ کا مدینہ بن گیا۔درج ذیل واقعہ میں اس صداقت وواقعیت پر نظر اول وثانی کرلیں، علامہ ظفر الدین رضوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت محدث صاحب اور اعلیٰ حضرت کے تعلقات کو دیکھ کر ایک بار حضرت محدث صاحب کے آخری تلمیذ مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی نے پوچھا کہ آپ کو شرف بیعت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمان صاحب گنج مرادآبادی سے حاصل ہے، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا شوق جو اعلیٰ حضرت سے ہے وہ کسی سے نہیں۔اعلیٰ حضرت کی یاد، ان کا تذکرہ، ان کے فضل وکمال کا خطبہ آپ کی زندگی کے لیے روح کا مقام رکھتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: ''سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں جو میں نے مولوی اسحاق صاحب محشی بخاری سے پائی اور وہ بیعت نہیں ہے جو گنج مرادآباد میں نصیب ہوئی، بلکہ وہ ایمان جو مدار نجات ہے میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا، میرے سینے میں پوری عظمت کے ساتھ مدینہ کو بسانے والے اعلیٰ حضرت ہیں، اسی لیے ان کے تذکرے سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور ان کے ایک ایک کلمہ کو میں اپنے لیے مشعل ہدایت جانتا ہوں'' (۵۳)

مدینہ منورہ اور بارگاہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضری اور آپ کے روضہ مقدسہ کی زیارت مسلمان کے لیے لازم وضروری ہے، جیسا کہ سورہ نسا میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں (۵۴)

اس آیت کریمہ میں گنہ گاروں کے گناہ کی بخشش کے لیے ارحم الراحمین نے تین چیزوں کی شرط لگائی ہے، اول: دیار رسول میں حاضری، دوم: استغفار، سوم: رسول کی دعائے مغفرت۔اس

بات پر مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ حکم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری دنیاوی حیات ہی تک محدود نہیں، بلکہ روضہ اقدس میں حاضری بھی یقیناً دیار رسول ہی میں حاضری ہے، خود حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمادیا:

من زار تربتی وجبت لہ شفاعتی ،جس نے میرے روضہ انور کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی (۵۵)

امام احمد رضا قدس سرہ یوں خامہ فرسا ہیں:

من زار تربتی وجبت لہ شفاعتی
ان پر درود جن سے نوید اِن بُشر کی ہے

امام احمد رضا قادری قدس سرہ سن ۱۳۳۲ھ میں لکھے گئے اپنے ایک مکتوب میں یوں ارقام فرماتے ہیں، ملاحظہ کریں اور امام عشق ومحبت کی شان عاشق وشیفتگی کے جلووں کی زیارت کریں:

یہ سر ہو اور وہ سنگ در، وہ سنگ در ہو اور یہ سر
رضا وہ بھی اگر چاہیں تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے

وقت مرگ قریب ہے اور میرا دل ہند تو ہند، مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا ہے، اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو۔(۵۶)

ایک سچے عاشق رسول ومحبّ حبیب کبریا کی یہی خواہش ہوتی ہے، دلوں میں ارمان مچلتے ہیں، دعائیں کرتا ہے، التجائیں کرتا ہے کہ مدینہ شہر نبی پاک میں مرنا و دفن ہونا نصیب ہو، مدینہ منورہ پوری روئے زمین کی محبتوں، عقیدتوں کا مرکز ومحور ہے، جہاں سے عاشقی کو روحانیت نصیب ہوتی، جذبۂ الفت کو کمال ملتا ہے اور روح ایقان کو نورانیت و بالیدگی میسر آتی ہے، ہر صاحب ایمان، عاشقان مصطفیٰ مدینہ کا ورد کرتے ہیں، اس کی یادوں سے دل بہلاتے ہیں، اس کے تذکرہ سے انہیں کافی سرور ملتا ہے۔

یہ تو پکی بات ہے کہ انسان کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے بار بار اس کا تذکرہ کرتا

ہے، خلوت میں، جلوت میں، جماعت میں، تنہائی میں، ساتھیوں کے درمیان، دشمنوں کے منہ پر، زبان سے، قلم سے، کردار سے، عمل سے، حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "من احب شیئا اکثر من ذکرہ" (۵۷)

امام احمد رضا نے نہ صرف خود مدینہ میں مرنے کی خواہش کا اظہار فرمایا، دربدری اور خستہ حالی کے سدباب کے لیے طیبہ میں مدفن عطا ہونے کی دعا کی بلکہ دوسرے عاشقان مصطفیٰ اور طالبان جنت کو اس کی تلقین فرمائی اور پھر منزل مقصود کی نشان دہی کی، فرماتے ہیں:

در بدر کب تک پھریں خستہ خراب
طیبہ میں مدفن عنایت کیجئے

طیبہ میں مر کے ٹھنڈے پہنچ جاؤ آنکھیں بند
سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے

مفلسو! ان کی گلی میں آپڑو
باغ خلد اکرام ہو ہی جائے گا

یہی عرض ہے خالق ارض وسما وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ ترا
مجھے ان کے جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم

بریلی شریف عشق وولا کی راجدھانی ہے، بریلی شریف سے مدینہ منورہ کے درمیان عشق وآگہی کا ایسا نیٹ ورک ہے، ایسا اٹوٹ رشتہ ہے، ایسا مستحکم لگاؤ ہے، گوکہ امام احمد رضا کا جسم ہند میں بریلی کی سرزمین پر موجود ہوتا لیکن ہوش وخرد اور جان ودل ہمہ وقت مدینہ کی گلیوں میں چکر لگایا کرتے، روضۂ پاک کے اردگرد گھوم گھوم کر اپنے عشق کی تشنگی دور کیا کرتے، کبھی کبھی محویت کا عالم اتنا اثر انگیز ہو جاتا کہ عالم روحانیت میں اپنے گم شدہ قلب کی تلاش وجستجو کے لیے ساتھیوں کی خدمات کی بات کرتے، اسی موقع پر کہا۔

ارے اے خدا کے بندو! کوئی میرے دل کو ڈھونڈو
مرے پاس تھا ابھی تو، ابھی کیا ہوا خدایا!

نہ کوئی گیا نہ آیا

ہمیں اے رضاؔ تیرے دل کا پتہ چلا بہ مشکل

در روضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا

یہ نہ پوچھ کیسا پایا

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہونچے

تم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا

مدینہ بڑے ادب و احترام کی جگہ ہے، روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب آواز بلند کرنے پر سخت پابندی ہے، اپنے وقت کے بڑے سے بڑے بادشاہ کو اس کا لحاظ کرنا ہے اور یہ بات بھی مسلمات سے ہے کہ رسول پاک علیہ التحیۃ والثنا سے منسوب و متصل ہر چیز قابل اکرام ہے، ان کا مرتبہ و مقام کافی بلند ہے، بڑوں کی نسبت عزت دلاتی ہے، رفعت و سربلندی عطا کرتی ہے۔ یہ بات ہم نے محاورے میں سنی اور پڑھی ہے کہ محبوب کی گلی کے کتوں سے بھی محبت ہوا کرتی ہے، امام احمد رضا قدس سرہ کے پاس سچا عشق رسول تھا، شہر مدینہ، اس کی گلیاں، غبار راہ اور اس کے کتوں کا مقام کیا ہے؟ امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی فرماتے ہیں ؎

در کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں

اے سگان کوچۂ دلدار ہم

ایک دوسرے مقام پر اپنی ذات کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں: رضاؔ!!!.....مدینے کی گلیوں میں، طیبہ نگر میں، روضۂ رسول کے پاس اتنے بنے پھرتے ہو، یہ شاعر، فقیہ، عالم وغیرہ وغیرہ مگر بتاؤ کبھی کوچۂ حبیب کی پاسبانی کرنے والے کسی کتے کے پاؤں بھی چومے؟ اتنا دماغ تو رکھو ؎

رضاؔ کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے

تم اور آہ! کہ اتنا دماغ لے کے چلے

مدینہ عزت کی جا ہے، اکرام کا مقام ہے، تعظیم و تکریم کی سرزمین ہے، صرف طیبہ کی گلیاں، خاک رہ مدینہ ہی نہیں، اس کے ارد گرد دشت و بیابان کا بھی ادب لازم ہے، جہاں پاؤں

سے چلنا سچے عاشق کے لیے بے ادبی ہوا کرتی ہے، شاہ رضا قدس سرہ فرماتے ہیں ۔

دشت گرد و پیش طیبہ کا ادب
مکہ سا تھا یا سوا پھر تجھ کو کیا
اللہ اکبر! اپنے قدم اور یہ خاک پاک
حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے
ہاں ہاں رہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

خاک مدینہ واقعی زخمی دلوں کا علاج، مریض عشق کے لیے کامیاب جراحت کا سامان اور کارآمد مرہم و دوا ہے، جس کا دیدار بھی دل حزیں کو ہنسا دیتا ہے، وحشت دل کو ختم کر دیتا ہے، اس سے قرار ملتا ہے، سکون نصیب ہوتا ہے، بے قراری دور ہوتی ہے، لیکن اگر خاک مدینہ میسر آتے آتے نہ مل سکے تو حال دگرگوں ہوگا، رضا بریلوی فرماتے ہیں ۔

نہ آسمان کو یوں سر کشیدہ ہونا تھا
حضور خاک مدینہ خمیدہ ہونا تھا
کنار خاک مدینہ میں راحتیں ملتیں
دل حزیں تجھے اشک چکیدہ ہونا تھا
خاک صحرائے مدینہ نہ نکل جائے کہیں
وحشت دل نہ پھرا کوہ و بیاباں ہم کو

ان کے در پر بیٹھ کر زندگی کو اوج ثریا کی بلندی عطا کرنا، ادھر ادھر ٹھوکریں کھانے سے خود کو بچائے رکھنا کتنا اہم اور لازمی ہوتا ہے اور طیبہ کے جلوے جن آنکھوں میں سما جاتے ہیں، اب بڑے سے بڑا حسن و جمال، رعنائی و دل کشی بے حیثیت نظر آتی ہے، یک لخت نہیں بھاتی، وہاں سے لوٹ آنے پر پوری شادابی خزاں رسیدہ چمن کی مانند ہو جاتی ہے، فرماتے ہیں اور بار بار تلقین کرتے ہیں ۔

ٹھوکریں کھاتے پھروگے ان کے در پر پڑ رہو

قافلہ تو اے رضآ اول گیا آخر گیا

جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینے کی بہار
نظر آتے ہیں خزاں دیدہ گلستاں ہم کو

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

طیبہ سے پلٹ کر آنے والا کن کن کیفیات سے دوچار ہوتا ہے، اپنے وجود میں ویرانی محسوس کرتا ہے، واقعی طیبہ کے گل زار میں ایک طرح کی لطافت ہے، یہ ایسا چمن ہے جس میں خزاں نہیں، یہ ایسا باغ ہے جسے بربادی نہیں آسکتی، جبھی تو امام احمد رضا قدس سرہ رقم طراز ہیں۔

طیبہ کے سوا سب باغ پامال فنا ہوں گے
دیکھو گے چمن والو! جب عہد خزاں آیا

مدینہ چھوڑ کے ویرانہ ہند کا چھایا
یہ کیسا ہائے حواسوں نے اختلال کیا

طیبہ سے ہم آتے ہیں کہیے تو جناں والو!
کیا دیکھ کے جیتا ہے جو واں سے یہاں آیا

یہ کب کی مجھ سے عداوت تھی تجھ کو اے ظالم
چھڑا کے سنگ در پاک سر وبال کیا

دیار حبیب کی جدائی کے بعد ایک محبّ رسول کی یہی حالت ہوتی ہے، اب جب جب باد صبا از جانب مدینہ ادھر کو آتی ہے، دل کی کلیاں کھلتی ہیں، گلوں میں بہار آتی ہے، شادابی کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے، مجدد اعظم فرماتے ہیں۔

جب صبا آتی ہے طیبہ سے ادھر کھل کھلا پڑتی ہیں کلیاں یکسر
پھول جامہ سے نکل کر باہر رخ رنگیں کی ثنا کرتے ہیں

سنگ در حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے

جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ و الرضوان کی نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق پر، محبت پر، الفت پر اتنا عظیم اعتماد تھا، اتنا بھروسہ تھا کہ مت پوچھو........اعتماد ہونا ہی چاہیے، وثوق رکھنا ہی چاہیے، ارشاد فرماتے ہیں ؎

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

اس کے باوجود عجز و انکسار اور شان تواضع دیکھیں، کس انداز میں اپنی بے وجودی کو بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں، پڑھیں اور امام احمد رضا قدس سرہ کی اس انوکھی تعلیم پر سر تسلیم خم کریں ؎

بد ہیں تو آپ کے ہیں بھلے ہیں تو آپ کے
ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے رخ کدھر کریں

سرکار ہم کمینوں کے اطوار پر نہ جائیں
آقا حضور اپنے کرم پر نظر کریں

کوئی کیا پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

امام احمد رضا کی شان بے نیازی اور دل دیوانہ کی انوکھی خواہش کتنی قابل صد رشک ہے اور لائق ستائش ہے، ملاحظہ کریں:

سایۂ دیوار و خاک در ہو یارب اور رضا
خواہش دیہیم قیصر شوق تخت جم نہیں

خاک ہو جائیں در پاک پہ حسرت مٹ جائے
یا الٰہی! نہ پھرا بے سر و ساماں ہم کو

ایک عاشق مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیران ہے، سرگرداں ہے، آزمائش کی گھڑی ہے، امتحان کا وقت آیا، مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ کی افضلیت کی نشان دہی کرنی ہے، ان دونوں میں کون افضل ہے؟ کعبۃ اللہ بیت اللہ ہے، حرم پاک ہے، عظمت و بزرگی کی عظیم نشانی ہے، مدینہ میں روضۂ رسول ہے، ریاض الجنہ بھی وہیں ہیں، امام احمد رضا عشق وولا کے اس دشوار گزار امتحان میں کس طرح کامیاب گزرتے ہیں، ملاحظہ کریں۔ ؎

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

مدینہ منورہ کی خوبیاں اجاگر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اک طرف روضے کا نور اس سمت ممبر کی بہار
بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

مدینہ جان جنان و جہاں ہے وہ سن لیں
جنھیں جنون جناں سوئے زاغ لے کے چلے

مدینہ کا سوالی کاسۂ گدائی لیے دوڑتا ہے، ان کی چوکھٹ کی گداگری کو شاہی تصور کرتا ہے، اس کے فکر و خیال میں ہمہ وقت مدینہ مدینہ ہی ہوا کرتا ہے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

ایک عاشق صادق کے لیے وہ لمحہ بڑا جنوں انگیز ہوتا ہے، جب روضہ انور کی جالی اس کے ہاتھ میں آجاتی ہے، وہ آنکھیں نم کیے کھڑا رہتا ہے، زبان و لب درود و سلام کی نغمہ سنجی اور قلب و روح روضہ رسول کی جبیں سائی کرتے ہیں۔ امام احمد رضا نے تو در رسول کی جبیں سائی کے لیے خود کو وقف کر دیا:

آہ! وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر درود
وقفِ سنگِ در جبیں، روضے کی جالی ہاتھ میں

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے ثابت کردکھایا کہ وہ عاشقی کے مقام عظیم پر فائز ہیں، محبت وولا کی سرمستی اور سرشاری میں ان کا لمحہ لمحہ بسر ہوا ہے، یہی آخرت کا توشہ ہے اور کامیابی کی ضمانت ہے۔ (۵۸)

(۱۷ ربیع الآخر ۱۴۳۰ھ/۱۴ اپریل ۲۰۰۹ء شب چہارشنبہ)

(حواشی وحوالہ جات)

(۱) مولانا لیٰسین اختر مصباحی، امام احمد رضا اور رد بدعات، مقدمہ، رضا اکیڈمی، ممبئی ص: ۲۷
(۲) مولانا لیٰسین اختر مصباحی، امام احمد رضا اور رد بدعات، مقدمہ، رضا اکیڈمی، ممبئی ص: ۲۷
(۳) ہفت روزہ، شہاب، لاہور، ۲۰ نومبر ۱۹۶۲ء ص: ۱۲۴
(۴) مولانا قمر الحسن بستوی، افکار رضا، دہلی ۱۹۹۳ء ص: ۸۶
(۵) حضور مفتی اعظم، الملفوظ حصہ اول، ادبی دنیا، دہلی ص: ۵۷
(۶) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش حصہ اول ص: ۵، ۳۴، مطبوعہ گجرات
(۷) حضور مفتی اعظم، الملفوظ، حصہ چہارم، ادبی دنیا، ص: ۵
(۸) حضور مفتی اعظم، الملفوظ، حصہ اول، ادبی دنیا، ص: ۲۸
(۹) حضور مفتی اعظم، الملفوظ، حصہ اول، ادبی دنیا، ص: ۱۰۴
(۱۰) حضور مفتی اعظم، الملفوظ، حصہ چہارم، ادبی دنیا، ص: ۷۰، ۷۱
(۱۱) حضور مفتی اعظم، الملفوظ، حصہ دوم، ادبی دنیا، ص: ۱۰۷
(۱۲) ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، بخاری شریف، ص: ۲۵۲/ج: ۱
(۱۳) ابوعبداللہ احمد بن حنبل شیبانی، مسند احمد، ص: ۲۸۵/ج: ۴
(۱۴) ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، مسلم شریف، ص: ۴۴۴/ج: ۱
(۱۵) ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، مسلم شریف، ص: ۴۴۵/ج: ۱

(۱۶) ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، بخاری شریف، ص:۲۵۱/ج:۱
(۱۷) ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، معجم کبیر، ص:۲۸۸/ج:۴
(۱۸) محمد بن یزید بن ماجہ قزونی، ابن ماجہ، ص:۲۳۲/ج:۲
(۱۹) مسلم بن حجاج قشیری، مسلم شریف، ص:۴۴۳/ج:۱
(۲۰) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ، گجرات، ص:۸۲۸/ج:۱۰
(۲۱) علامہ ظفر الدین رضوی، حیات اعلیٰ حضرت، گجرات، ص:۸۷/۱/۱
(۲۲) توفیق احسن برکاتی، مضمون ''مبلغ اسلام کی شاعری میں عشق رسول کی جھلکیاں، ص:۲
(۲۳) حضور مفتی اعظم، الملفوظ حصہ سوم، ص:۶۷، ادبی دنیا، دہلی
(۲۴) مولانا لیٰسین اختر مصباحی، امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات، ممبئی ص:۹۳
(۲۵) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ، گجرات، ص:۷۱۱/ج:۱۰
(۲۶) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ، گجرات، ص:۸۰۱/ج:۱۰
(۲۷) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ، گجرات، ص:۷۹۸/ج:۱۰
(۲۸) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ، گجرات، ص:۷۱۸ تا ۷۲۴/ج:۱۰
(۲۹) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ ص:۳۴۹، ۳۵۰، ج:۹
(۳۰) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ، گجرات، ص:۸۰۲/ج:۱۰
(۳۱) امام احمد رضا قادری، حاشیہ، فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ، گجرات، ص:۷۹۹/ج:۱۰
(۳۲) مذکورہ دونوں حدیثوں کی تخریج وتحقیق اور ان کی مرویات کا پتہ لگانے کے لیے امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ ''الیر ۃ الوضیۃ شرح الجوہرۃ المضیۃ'' اور اس کا حاشیہ ملقب بہ ''الطرۃ الرضیۃ'' مشمولہ فتاویٰ رضویہ مترجم مطبوعہ گجرات، جلد دہم کا تحقیقی مطالعہ سود مند ثابت ہوگا۔
(۳۳) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ، گجرات ص:۸۰۳/ج:۱۰
(۳۴) مرجع سابق حاشیہ ص:۸۰۲/ج:۱۰
(۳۵) مرجع سابق ص:۸۰۴،۸۰۵/ج:۱۰
(۳۶) مرجع سابق ص:۸۰۶/ج:۱۰
(۳۷) انوار البشارۃ، مشمولہ فتاویٰ رضویہ مترجم، گجرات، ص:۶۳۷ تا ۶۹۷/ج:۱۰
مذکورہ اصول وآداب واحکام زیارت روضۂ انور کو امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے رسالہ ''الیر ۃ الوضیۃ'' مشمولہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم کے اخیر میں قدرے اجمال کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، تفصیل کے لے دیکھیں ص:۸۲۳ تا ۸۲۹/ج:۱۰ مطبوعہ گجرات۔

(۳۸) مولانا بدرالدین احمد رضوی، سوانح اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی، ممبئی۔ ص:۱۲۶
(۳۹) مولانا رحمان علی، تذکرۂ علمائے ہند، لکھنؤ، ص:۱۹ بحوالہ افکار رضا ممبئی، ۵واں شمارہ
(۴۰) حضور مفتی اعظم، الملفوظ حصہ دوم ص ا/، ادبی دنیا، دہلی،
(۴۱) مولانا محمود احمد، تذکرۂ علمائے اہل سنت کانپور، ص:۴۳/ بحوالہ افکار رضا ممبئی،
(۴۲) امام احمد رضا قادری، الاجازۃ المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، مشمولہ رسائل رضویہ، بریلی ص:۱۰۳
(۴۳) حکیم عبدالحی لکھنوی، نزہۃ الخواطر جلد ثامن بحوالہ امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص:۱۳۰
(۴۴) حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء میں ۳۷/ علما کے حرمین کے اسمائے و مبارکہ مندرج ہیں، مولانا یٰسین اختر مصباحی نے اپنی کتاب "امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں" میں حسام الحرمین کی کچھ تقریظات علمائے حرمین اور پھر ان کے اسما کی فہرست پیش کی ہے، ملاحظہ کریں ص:۱۴۲ تا ۱۴۶
(۴۵) امام احمد رضا قادری، الدولۃ المکیۃ مطبوعہ بریلی ص:۱۷
اس کی تفصیل الملفوظ حصہ دوم میں بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔
(۴۶) امام احمد رضا قادری، الدولۃ المکیہ، بریلی، ص:۷
(۴۷) تفصیل کے لیے دیکھیں: "امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، سوانح اعلیٰ حضرت، الدولۃ المکیۃ۔
(۴۸) حضور مفتی اعظم، الملفوظ دوم ص:۱۷/، ادبی دنیا، دہلی،
(۴۹) تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: الملفوظ حصہ دوم، ص:۱۷، ۱۸/ ادبی دنیا، دہلی،
(۵۰) حضور مفتی اعظم، الملفوظ حصہ دوم، ص ۳۲/ ادبی دنیا دہلی،
(۵۱) حضور مفتی اعظم، الملفوظ حصہ دوم، ص:۳۴/ ادبی دنیا،
(۵۲) امام احمد رضا قادری، الاجازۃ المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، ص:۷
(۵۳) مولانا محمد ظفر الدین رضوی، حیات اعلیٰ حضرت، کراچی ص:۶۵/ ج ۱
(۵۴) کنز الایمان سورۂ نساء ۴/ آیت ۶۴
(۵۵) ابوالحسن علی بن عمر دار قطنی، سنن دار قطنی ص:۲۸۷/ ج ۲
(۵۶) مولانا محمد ظفر الدین رضوی، حیات اعلیٰ حضرت جدید ممبئی، ص:۴۱۶/ ج ۳
(۵۷) امام جلال الدین، جامع صغیر، دار الفکر بیروت، ص:۵۵۳/ ج ۲
(۵۸) یہ مضمون راقم کی کتاب "فکر رضا کے جلوے" مطبوعہ ممبئی سے ماخوذ ہے، موضوع کی مناسبت نے اسے یہاں درج کرنے پر مجبور کر دیا۔ تمام اشعار حدائق بخشش حصہ اول و دوم سے چنے گئے ہیں۔